

دنیا سے آدمی کا حصہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ لِبْنِ آدَمَ حَقٌّ سِوَى هَذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَسْكُنُهُ، ثَوْبٌ يُوَارِي بِهِ عَوْرَتَهُ، أَوْجَلْفٌ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ»

[الترمذی: ۲۳۴۱ الزهد وصححه هو والحاكم]

”ان تین چیزوں کے علاوہ ابن آدم کا یہاں کوئی حق نہیں:

①.....گھر، جس میں وہ رہائش رکھے۔

②.....اتنا کپڑا، جس سے وہ اپنا ستر ڈھانپ سکے۔

③.....روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔

استغفار اور اس کے فوائد ②

- ①.....خالص توبہ یہ ہے کہ جس گناہ سے وہ توبہ کر رہا ہے اسے ترک کر دے۔
 - ②.....اس پر اللہ کی بارگاہ میں ندامت کا اظہار کرے۔
 - ③.....آئندہ اسے نہ کرنے کا عزم رکھے۔
 - ④.....اگر اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو جس کا حق غصب کیا ہے اس کا ازالہ کرے، جس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس سے معافی مانگے۔ محض زبان سے توبہ کر لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ [تفسیر ابن کثیر: ۱۶۹/۸]
- حدیث قدسی میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے
- «يَا عِبَادِي! إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَعْفُو الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَعْفِرُ لَكُمْ»
- ”اے میرے بندو! یقیناً تم شب و روز گناہ کرتے ہو اور میں (تمہارے) ہر طرح کے گناہ بخش دیتا ہوں اس لیے تم مجھ سے استغفار کرو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔“ [مسلم: ۲۵۷۷]
- چنانچہ جو کوئی اپنے گناہوں کے اعتراف کے ساتھ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ» [بخاری: ۴۱۴۱]

”بندہ جب گناہ کا اعتراف کر لے پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ توبہ کب تک قبول فرماتا ہے؟ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَقْبِلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغْرِغْ» [ترمذی: ۳۵۳۷]

”یقیناً اللہ عز و جل بندے کی توبہ نزاع کا عالم طاری ہونے سے پہلے پہلے قبول کرتا ہے۔“

قرآن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ النَّاسَ وَلَا الَّذِينَ يَمْؤُتُونَ وَهُمْ كَفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَخَذْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [النساء: ۱۸]

”ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے

اب توبہ کی، اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مرجائیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

اللہ ہم سب کو توبہ و استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وما علينا الا البلاغ المبين

فہرست

1	دنیا سے آدمی کا حصہ	جواہر پارے ❁
2	استغفار اور اس کے فوائد (۲)	کلمۂ طیبہ ❁
5	جنگ بدر کے چند مقاصد	اداریہ ❁
7	الیکٹرانک میڈیا اور اس کا استعمال	نکتۂ نظر ❁
11	اصلاحِ قلب کی اہمیت و ضرورت	تزکیۂ نفس ❁
15	خودکشی جرمِ عظیم، عذابِ مسلسل	اصلاحِ معاشرہ ❁
21	زیارتِ حرمین اور سفر کویت (۴)	سفر نامہ ❁
31	فہرست کتب	فہرست کتب ❁

کثرت سے ذکر کرنے کا حکم

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝

وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝﴾

[الاحزاب: ۴۱، ۴۲]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کیا کرو

اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔“

زندہ دل اور مردہ دل

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُذْكُرُونَ رَبَّهُمُ وَالَّذِينَ لَا يُذْكُرُونَ مَثَلُ

الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ﴾ [البخاری: ۶۴۰۷۔ مسلم: ۷۷۹]

”جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا اور جو نہیں کرتا ان کی

مثال زندہ اور مردہ شخص کی سی ہے۔“

اللہ کے متعلق اچھا گمان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ عز و جل فرماتا ہے:

أَنَا عِنْدَ طَلْقِ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأِ

ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ - [بخاری: ۷۴۰۵۔ مسلم: ۲/۲۶۷۵]

”میرا بندہ جو بھی میرے متعلق گمان رکھتا ہے میں اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ میرا اچھا ذکر اپنے دل میں کرتا

ہے تو میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرے تو میں اس کو ان سے اچھی جماعت

میں یاد کرتا ہوں۔

10 تا 16 اکتوبر 2008ء..... (1408)..... 10 شوال المکرم 1429ھ

جنگ بدر کے چند مقاصد

حافظ احمد شاکر

اداریہ

مغرب کی جن فوج رسومات کو ہم نے غیر شعوری طور پر اپنا لیا ہے ان میں یوم منانا بھی ایک اہم رسم ہے، جب کہ صاحب شریعت یعنی نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سالانہ صرف دو دن ’عید الفطر اور عید الاضحیٰ‘ منانے کا حکم دیا ہے اور اسلام کا احسان یہ ہے کہ ان دونوں میں مسلمان عید اور یوم مسرت بھی منائیں اور رب رحیم و غفور کی رحمت و مغفرت کی آبتبار سے مستفید بھی ہوں اور یہی ہے آم کے آم، گھلیوں کے دام۔

عید الفطر باری تعالیٰ کی اس ماہ مبارک میں دیگر ان گنت نعمتوں اور نوازشوں کے ساتھ ساتھ اپنے بندوں کو مزدوری عطا کرنے کا دن ہوتا ہے۔ احادیث کے مطابق اس دن اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے فرشتوں سے سوال و جواب فرماتا ہوا عید گاہ میں آنے والے اپنے غلاموں اور لونڈیوں پر فرشتوں کو گواہ بناتے ہوئے جب رمضان کے اجر ”قد غفرت لھم“ کی نوید جانفزا سنا تا ہے تو مسلمان خوشی و مسرت سے بھی فیض یاب ہوتے ہیں اور رب رحیم و غفور کی بخشش و مغفرت سے بھی شاد کام۔

اس طرح عید الاضحیٰ ہے جو اس کے ایک بندے کی اُسی کے حضور تاریخ انسانیت کی ایک ایسی قربانی کی یاد ہے جس کی مثال رہتی دنیا تک نہ ہوگی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو یہ وفا اور ادا اتنی پسند آئی کہ قربان کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عمل ایک فرض حج کا ایسا رکن بنا دیا کہ اس کے بغیر وہ فرض ہی پورا نہیں ہوتا۔ قربان ہونے والے بچے اسماعیل علیہ السلام کی پیاس سے بے تاب ماں کے توکل اور اس کی پانی کے لیے بھاگ دوڑ اس ذات باری تعالیٰ کو اس قدر بھائی کہ جب تک عمرہ اور حج کرنے والے اس ماں کی طرح بھاگ دوڑ سعی نہ کر لیں نہ حج پورا ہوتا ہے اور نہ عمرہ۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہکانے والے شیطان مردود کو جب کنکریاں ماریں تو کنکریوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متابعت میں مار کر اس کی یاد تازہ رکھنے کے لیے اس عمل کو بھی حج کا حصہ بنا دیا کہ اس کے بغیر حج ہی مکمل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے ابراہیم کی یہ ادائیں اس قدر پسند آئیں کہ اب ان پر درود و سلام کے بغیر نماز قبول ہی نہیں ہوتی، نیز ”یا ابت افعل ما تؤمر“ کہنے یعنی قربان ہونے والے کی نسل سے محمد بن عبد اللہ کو شرف خاتم النبیین عطا فرما کر اس کو اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت کے ایسے اجر سے نوازا دیا کہ قیامت تک اس قربانی کی سنت کو جاری کر دیا، جب کہ خاتم النبیین ﷺ نے اس قربانی کی بے شمار فضیلتیں بیان فرمائیں جن سب کا مقصد اپنے اطاعت گزار بندوں کی مغفرت بھی ہے اور گوشت سے مسلمانوں کے لیے لذت کام و دہن کا سامان بھی۔ یعنی اسلام نے مسلمانوں کے لیے خوشی و مسرت کے جو دن مقرر فرمائے ہیں ان میں بھی انھیں آخرت سے غافل نہیں ہونے دیا بلکہ احادیث میں ان کے فضائل، آداب اور حدود کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

بات شروع ہوئی تھی غیر مسلم اقوام کے دن منانے کے حوالے سے، اگر پوری غیر جانبداری سے اسلام، تاریخ اسلام اور ائمہ اسلام کے طریق زندگی پر غور کریں تو پتا چلے گا کہ دور حاضر کے ان غیر شرعی ایام و رسومات منانے کے باعث مسلمان بے پناہ آزمائشوں، آلائشوں اور بدعات میں مبتلا ہو چکے ہیں اور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

غیر مسلم اقوام کی غیر شعوری تقلید ہی کا نتیجہ ہے کہ آج ”یوم احد“ منایا جا رہا ہے، توکل ”یوم بدر“ کا اہتمام ہو رہا ہے، اور ”فتح مکہ“ کے موضوعات پر ’ریڈی میڈ‘ پیشہ ور بیان بازوں کے بیانات اخبارات میں چھپتے ہیں، نومولود لکھاریوں کی مضمون نگاری نمایاں ہوتی ہے اور مقامی، شہری اور ملکی سطح کے سیاسی زعماء بیانات دیتے اور ”ارشادات“ فرماتے رہتے ہیں۔ لیکن ان تاریخی اور انقلابی ایام کے مقاصد اور نتائج پر نہ غور و فکر کرتے ہیں اور نہ ان پاک نفوس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اسوہ و طرز حیات اپنانے کی کوشش، تو شاید اس کا ارادہ بھی، نہ کرتے ہوں گے۔ اس مرتبہ جی چاہا کہ جنگ بدر کے مقاصد پر غور کرنے اور ان کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

①..... نبی ﷺ نے جنگ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر مکمل توکل فرمایا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔ نہ تو عددی قلت و کثرت اور نہ ہی سامان حرب کی کمی و زیادتی کو شکست یا فتح و کامرانی کا سبب جانا اور نہ اس سے بے نیاز ہی ہوئے، گھروں سے میدان جنگ میں نکلے تو صرف جان دینے کے لیے..... کچھ لینے کے لیے نہیں.....

②..... کفار سے آپ نے جنگ کا ڈول اس وقت تک نہیں ڈالا جب تک ایک خطرہ زمین پر مکمل اسلامی ریاست کا عملی نمونہ پیش نہیں فرمایا۔

③..... دیکھا جائے تو یہ جنگ دراصل کفار مکہ کی معیشت پر ضرب لگانے کی کوشش تھی کہ دشمن کی معیشت کی جب تک کمر نہ توڑی جائے اس وقت تک دشمن پر غلبہ پانا ممکن نہیں ہوتا۔

④..... اس جنگ میں اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے آپ اور آپ کے صحابہ سب سے پہلے اپنے خاندان اور قریبی عزیزوں کے سامنے آئے، کہیں باپ بیٹا آئے سامنے تھے تو کہیں ماں جائے بھائی بھی ایک دوسرے کے مد مقابل تھے۔ اس معرکے میں کوئی رشتہ، کوئی مصلحت اور کوئی تعلق آڑے نہیں آیا۔

⑤..... جنگ ختم ہونے پر آپ نے کفار کے مقتولین سے جو خطاب فرمایا وہ اسلام کی حقانیت کا اظہار تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا: میری یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے ان کو سنوا دی ہیں۔

⑥..... بدر کے جنگی قیدیوں سے آپ نے جو حسن سلوک فرمایا وہ اگرچہ حضرت عمر کی رائے کے مطابق تھا تاہم قیدیوں سے جو مشقت..... تعلیم دلانا..... تجویز ہوئی وہ بھی تاریخ انسانی میں سنہرے حروف میں درج ہے۔

⑦..... آپ ﷺ نے جنگی اصول و قوانین وضع فرمائے۔ کفار سے دوستی، ان کے ساتھ رازداری سے قرآن مجید میں ایک سے زائد مقامات پر حکماً منع فرمایا، اگر کسی سے بے تقاضائے بشریت یہ فعل سرزد ہو بھی گیا تو اس پر جرز و توبیخ کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔

⑧..... جنگ بدر کے بعد مدینہ منورہ کے یہودی قبائل سے جو وعدے اور معاہدے کیے ان کی پاسداری ہمیشہ کی لیکن فتح مکہ تک آپ کفار کی سازشوں سے باخبر اور چوکنا رہے جسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ حالت جنگ میں رہے۔

ہمارے ناقص علم و فہم کے مطابق مذکورہ بالا چند نکات ہی جنگ بدر کا پس منظر و پیش منظر نہیں تھے بلکہ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہمارے محدود علم کی رسائی صرف یہیں تک ہے، یوم بدر پر ہر سال بیانات دینے والے لخصوص علماء، لگے بندھے مفکر اور پیشہ ور بیان باز، سیاسی لیڈران نکات کی روشنی میں قوم اور حکمرانوں کی راہ نمائی فرما سکتے ہیں؟ مثلاً:

①..... ہمارے حکم ران عددی قلت و کثرت اور سامان حرب و ضرب پر انحصار کے علاوہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حضور بھی جھکے اور سجدہ ریز ہوئے؟ اب تک پاکستان نے تین جنگیں لڑی ہیں کیا ان کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ تھا؟ دشمن پر فتح تھی؟ کفار تک دعوت اسلام پہنچانا تھی؟ یہ مقاصد اگر واقعی تھے تو ان کے شواہد کو قوم کے اہل فکر و نظر کے سامنے لایا جائے تاکہ وہ اس منہج کو لے کر مستقبل کی قومی پالیسی وضع کریں!

②..... جنگ بدر میں نبی ﷺ کی معاشی حکمت عملی نے امت کی راہ نمائی یہ کی کہ سب سے پہلے دشمن کی رسد اور ملک روکی جائے تو یہ اس کی معیشت پر ایسی کاری ضرب ثابت ہو سکتی ہے، جس سے دشمن کے قدم ڈمگ سکتے ہیں۔ کیا ہمارے کسی روشن خیال حکم ران نے یہ جرأت کی؟

③..... کیا ہماری حکومت کفار کی دوستی سے انکار کر سکی؟ یا ان سے اپنے منصوبے چھپا سکی؟ (اصل المیہ یہ ہے کہ یہ نکتہ خاصا گھمبیر اس لیے بھی ہے کہ پوری امت مسلمہ اس گرداب میں پھنسی ہوئی ہے۔)

④..... جنگ بدر نے ایک سبق یہ دیا کہ کافر کافر ہی رہتا ہے اور ہر کافر مسلمان کے بارے میں خواہش رکھتا ہے کہ یہ بھی ایمان سے محروم ہو جائے۔ وہ اس نکتے پر اتنا پختہ ہے کہ وہ اس کے بغیر راضی ہی نہیں ہوتا۔ کیا ہمارے کسی عالم، مفکر اور سیاسی لیڈر نے اس نکتے پر غور کیا؟ عوام کو بتلایا اور حکم رانوں تک یہ بات پہنچائی؟

⑤..... کیا کفار کی اسلام دشمنی اور مسلم کشی کے فکری و عملی منصوبوں کے سامنے سینہ تان کر ہمارا کوئی عالم، کوئی مفکر، کوئی لیڈر اور کوئی حکم ران کھڑا ہوا؟ یا کبھی کسی نے تمام رشتوں، مصلحتوں اور مفادات کو قربان کر کے دین و وطن کی لاج رکھی؟

مذکورہ بالا گزارشات کا جواب اگر اثبات میں ہو تو ان واعظان اور لیڈران کو دلائل و حقائق کی تفصیلات پیش کرنی چاہئیں ورنہ یہی کہا جاسکتا ہے

۔ کس مونہہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا

الیکٹرانک میڈیا اور اس کا استعمال

حافظ صلاح الدین یوسف (مدیر: شعبہ تحقیق و تالیف دارالسلام، لاہور)

ہیں۔ مسلمان ممالک کے ذرائع ابلاغ (اخبارات اور ٹی وی وغیرہ) اگر کوئی دینی پروگرام نشر بھی کرتے ہیں تو وہ اصل دین نہیں ہوتا بلکہ دین کے نام پر جو غیر شرعی رسومات رائج ہیں، ان کا پرچار کرتے ہیں یا پھر ان متجددین اور مخرفین کو دین کی تشریح کے لیے بلاتے ہیں جو مغربی تہذیب کی تمام قباحتوں کو سند جواز مہیا کر دیتے ہیں۔

اس صورت حال نے اُس اسلامی طبقے کو سخت پریشان اور مضطرب کر رکھا ہے جو اسلامی تہذیب و تمدن اور اقدار و روایات کے تحفظ اور ان کے فروغ کا جذبہ اپنے دلوں میں رکھتا ہے۔ وہ اگرچہ کتابوں اور رسائل و جرائد کے ذریعے دین اسلام کی ترویج اور اس کے احیاء و فروغ کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق کام کر رہا ہے لیکن ان مساعی سے ان کروڑوں افراد تک دین اسلام کا صحیح تصور پہچانا ناممکن سا ہے جو صرف جدید ذرائع ابلاغ ہی سے استفادہ کرتے ہیں یا بالفاظ دیگر وہ ان کی زد میں ہیں۔

بنابریں اسلامی جذبہ و شعور سے بہرہ ور یہ دینی طبقہ جدید ذرائع ابلاغ کو بھی اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کی راہ میں متعدد رکاوٹیں ہیں جس کے لیے وہ علمائے اسلام کی رہنمائی کا طالب ہے، مثلاً:

①..... ٹی وی پر جتنے پروگرام ٹیلی کاسٹ (نشر) ہوتے ہیں، ننانوے فی صد بے ہودہ، مخرب اخلاق، حیا سوز اور ایمان شکن ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ لہو و لعب کا ایسا آلہ ہے جہاں پاکیزہ پروگرام اس پروگرام کے تقدس کے منافی محسوس ہوتا ہے۔

②..... تصویر شرعاً حرام ہے اور اس میں تصویر ناگزیر ہے۔ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے، اس کا جواب اکثر علماء یہ دیتے

آج کل الیکٹرانک میڈیا (ٹی وی، انٹرنیٹ، ریڈیو وغیرہ) اور پرنٹ میڈیا (اخبارات و رسائل) نشر و اشاعت کے جدید اور انتہائی مؤثر ذرائع ہیں جن کے ذریعے سے لاکھوں اور کروڑوں افراد تک اپنی آواز پہنچائی جاسکتی ہے اور ان کے دماغوں اور دلوں کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔

ان ذرائع ابلاغ کے موجودہ چوں کہ ملحد اور سیکولر قسم کے لوگ ہیں جو کسی قسم کے اخلاقی اصول اور ضابطہ حیات کے قائل نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ ایسی تہذیب کے قائل ہیں جس میں شرم و حیا اور عفت و پاک دامنی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ چنانچہ وہ ان ذرائع ابلاغ کو اپنی حیا باختہ تہذیب اور اپنے لادین نظریات و افکار کے پھیلانے کے لیے بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔ دوسری طرف بد قسمتی سے اسلامی ممالک میں برسر اقتدار طبقات..... سوائے ایک آدھ ملک کے..... سب کے سب وہ ہیں جو فتنی طور پر مغرب کے غلام ہیں اور ان کے افکار کا رگہ مغرب ہی کے ڈھلے ہوئے ہیں، یا پھر وہ ہیں جو اسلامی نظام و تہذیب کے نفاذ کے حامی نہیں اور ایمانی جرأت و قوت سے بھی محروم ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی معاشی و سیاسی پالیسیوں نے ان کو مغرب کا در یوزہ گرا اور حاشیہ بردار بنا کر رکھا ہوا ہے جس نے ان کو اپنی اسلامی اقدار و روایات کے احیاء و فروغ اور قومی خودداری و سلامتی کے تحفظ کے جذبے سے بھی عاری کر دیا ہے۔

ان حالات کا جبر اور نتیجہ یہ ہے کہ مغرب کے ذرائع ابلاغ اور مسلمان ممالک کے ذرائع ابلاغ میں کوئی خاص فرق نہیں رہ گیا ہے۔ دونوں ذرائع ابلاغ شب و روز بے حیائی کے پھیلانے میں نہایت سرگرمی سے مصروف ہیں جس سے مسلمانوں کی نسل نو سخت متاثر ہو رہی ہے اور وہ اپنے دین اور اپنی تہذیب سے دور سے دور تر ہوتے جا رہے

ہی ہونا چاہیے۔ کیوں کہ ہم جائز حدود میں رہ کر ہی کام کرنے کے مکلف ہیں، اس سے زیادہ کے ہم مکلف ہی نہیں ہیں۔

﴿لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة]

اس لیے اگر ہم جائز حدود میں رہتے ہوئے تبلیغ و دعوت میں کوتاہی نہیں کرتے، تو قطع نظر اس کے کہ ہمیں کامیابی حاصل ہوتی ہے یا نہیں، عند اللہ ہم ماجور ہی ہوں گے، ماخوذ نہیں۔ اور اگر ہم حدود شکنی کر کے اپنے دائرۂ تبلیغ کو وسعت دے دیتے ہیں، تو کامیابی یا ناکامیابی کا علم تو اللہ ہی کو ہے، لیکن ہم شاید مواخذہ الہی سے نہ بچ سکیں، کیوں کہ حکم الہی ہے:

﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

”اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والے ظالم ہیں۔“ اور ظالم اللہ کے ہاں مجرم متصور ہوں گے نہ کہ محسن (اچھا کام کرنے والے)۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے جو اور شراب کی حرمت کی بابت سوال کے جواب میں فرمایا ہے:

﴿فِيهِمَا أَثَمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ [البقرة]

”ان دونوں میں بہت گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔“

اس جواب میں ایک نہایت اہم اصول کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے کہ کچھ نہ کچھ فوائد تو ہر چیز میں ہوتے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ فوائد کے مقابلے میں نقصان اور ضرر کتنا ہے؟ اگر ضرر کی مقدار زیادہ ہوگی تو وہاں فوائد کو نظر انداز کر کے نقصان کو اہمیت دی جائے گی اور اس کے پیش نظر اس کی حرمت کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اسلامی چینل کے قیام کا ایک بڑا نقصان یہ ہوگا کہ جو گھرانے ابھی تک ٹی وی سے محفوظ ہیں، اس بہانے ان گھروں میں بھی ٹی وی آجائے گا اور اس کے بے ہودہ پروگراموں سے پھر ان کے بچے بھی ”محفوظ“ ہوں گے جن کو ابھی تک ان کے والدین نے اس لعنت سے بچایا ہوا تھا۔

دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ شادی بیاہوں میں جو ویڈیو اور مودی فلموں

ہیں کہ ٹی وی وغیرہ محض ایک آلہ ہیں، انھیں خیر کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور شر کے لیے بھی۔ اگر خیر کے لیے انھیں استعمال کیا جائے تو ان کا استعمال جائز ہے، بصورت دیگر ناجائز۔

تاہم تصویر کا جو مسئلہ ہے وہ بلاشبہ نہایت قابل غور ہے۔ کیوں کہ تصویر کی بابت اسلام کے احکام بہت سخت ہیں۔ ان کے پیش نظر اس کا جواز ممکن نہیں۔

اس سلسلے میں بعض علماء تصویر کی دو قسمیں کرتے ہیں۔ ایک وہ جو ہاتھ سے بنائی جاتی ہے اور دوسری جو کیمرے کے ذریعے سے بنتی ہے۔ اس دوسری قسم کو وہ آئینے کے عکس کی طرح قرار دے کر اس کے جواز کی گنجائش نکالتے ہیں۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ یہ موقف کسی طرح بھی درست نہیں۔ اسے پانی یا آئینے کے عکس کی طرح نہیں سمجھا جاسکتا۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کیمرے کی تصویر بھی اپنے نتیجے اور اثر کے اعتبار سے ہاتھ کی تصویر سے قطعاً مختلف نہیں بلکہ کیمرے کی تصویر صفائی، حسن اور جاذبیت کے اعتبار سے ہاتھ کی تصویر سے کہیں زیادہ بہتر اور کہیں زیادہ فتنہ انگیز ہے اور کیمرے کی ایجاد نے تصویری فتنے کو جتنا عام اور خطرناک بنا دیا ہے، چند سال پہلے تک اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اس لیے یہ موقف یکسر غلط اور بے بنیاد ہے، اسے کسی لحاظ سے بھی صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا۔

بعض علماء نے ایک اور طرح سے تصویر کی دو قسمیں بنائی ہیں۔ ایک تو وہ جو ٹی وی پر نشر کرنے کے لیے پہلے سٹوڈیو میں بطور فلم تیار کر لی جاتی ہے اور پھر اسے ٹی وی پر ریلیز کر دیا جاتا ہے۔ دوسری قسم ہے کہ پہلے سٹوڈیو میں کسی قسم کی فلم تیار نہیں کی جاتی بلکہ براہ راست ٹی وی پر پروگرام نشر کر دیا جاتا ہے۔ یہ علماء اس دوسری صورت کو جائز قرار دے کر ٹی وی پروگراموں میں شرکت کو جائز سمجھتے ہیں۔

ایک تیسری رائے یہ ہے کہ تصویر بہر صورت حرام ہے اور اضطرابی صورت کے علاوہ تصویر کشی کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ ان علماء کا کہنا ہے کہ کسی بھی نیک مقصد کے لیے ناجائز ذریعہ اور وسیلہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اچھے مقصد کے لیے ذریعہ بھی جائز

کا طوفان آیا ہوا ہے، اس کی شدت و وسعت میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ عوام کی اکثریت فقہی باریکیوں سے تو نا آشنا ہوتی ہے، وہ علماء کے ٹی وی چینل پر جلوہ افروز ہونے کو اپنے بے مقصد اور بلا ضرورت شادی بیاہ کی تقریبات کی فلم سازی کے لیے جبہ جواز بنالیں گے۔

تیسرا نقصان یہ ہوگا کہ مذہبی جماعتوں کے قائدین اور رہنماؤں کے اندر بھی اخبارات میں اپنی تصویروں کی اشاعت کا اور اپنے پروگراموں کی ویڈیو فلمیں بنانے کا شوق بڑھتا جا رہا ہے، ٹی وی کے اذن عام سے اس غیر شرعی رجحان کی بھی حوصلہ افزائی ہی ہوگی جب کہ ضرورت اس رجحان کی حوصلہ شکنی کی ہے۔

چوتھا نقصان یہ ہوگا کہ عوام میں تصویر کی حرمت کا تصور ہی ختم ہوتا جا رہا ہے، ٹی وی کی اجازت سے اس عوامی رجحان کی مزید حوصلہ افزائی ہوگی۔

اس طرح کے اور بھی متعدد دینی نقصانات ہیں جو ٹی وی چینل کے جواز سے ہوں گے، ان کے مقابلے میں فوائد کیا ہوں گے؟ وہ موبہوم ہیں، یقینی نہیں ہیں۔ جب کہ مذکورہ نقصانات یقینی بھی ہیں اور حرمت کے فتویٰ کے باوجود ان کا ارتکاب بھی عام ہے۔

باقی رہ گیا مسئلہ اضطرار کی صورت میں تصویر سازی کے جواز کا۔ اس کے لیے ایک فقہی اصول کا حوالہ دیا جاتا ہے الضرورات تبیح المحذورات ”ضرورتیں ممنوعہ چیزوں کو بھی جائز کر دیتی ہیں۔“ یہ اصول بجائے خود درست ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ ٹی وی پروگراموں میں حصہ لینا کیا واقعی ایسی ضرورت ہے کہ جس کے بغیر چارہ نہ ہو؟ کیا آڈیو کے ذریعے سے یہ کام ایک عرصے سے نہیں ہو رہا ہے؟ اور کیا آڈیو کا ذریعہ ہی تبلیغ و دعوت کے لیے کافی نہیں ہے؟ مسلمان قوم اس وقت جس پستی میں گری ہوئی ہے وہاں علماء کے مواعظ و نصائح اس کے لیے یکسر غیر مؤثر ہیں۔ علمائے کرام اپنے خطبات و دروس میں، جلسہ ہائے سیرت میں اور عام تقاریر و خطابات میں، اسی طرح دینی رسائل و جرائد اور اپنی تالیفات و تصانیف میں سالہا سال سے مسلسل قوم کی اصلاح و تطہیر اور تصفیہ عقائد کا کام

کر رہے ہیں۔ لیکن قوم عقائد سے لے کر اخلاق و کردار تک ہر معاملے میں دن بہ دن اصلاح پذیر ہونے کے بجائے زوال پذیر ہے۔ ترقی کے بجائے رو بہ انحطاط ہے اور دین کے قریب آنے کے بجائے اُس سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اگر ویڈیو کا ذریعہ اختیار کر لیا جائے تو اس سے کیا اس کی اصلاح کا آغاز ہو جائے گا؟ اس کا عقیدہ و عمل صحیح ہو جائے گا؟ اس کی ترجیحات تبدیل ہو جائیں گی؟ دنیا کے مقابلے میں آخرت کی فکر اس پر غالب آ جائے گی؟

ہمیں تو اس تبدیلی کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے ورنہ اضطرار کی صورت میں حرام کے حلال ہونے کا اصول تو خود قرآن مجید میں موجود ہے۔

﴿فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾

[البقرة:]

لیکن تبلیغ و دعوت کے لیے ٹی وی پر آنے کو نہ ایسی ناگزیر ضرورت ہی قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ اضطرار ہی، کہ جس سے حرمت کا حکم حلت میں تبدیل ہو جائے۔

بہر حال زیر بحث مسئلہ کی یہ وہ صورت حال ہے جس پر راقم کافی غور و خوض اور مختلف مجالس مذاکرہ میں شرکت کے بعد پہنچا ہے۔ اس سلسلے کی ایک مجلس مذاکرہ حکیم حامد اشرف صاحب کی دعوت پر جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں جون ۲۰۰۷ء میں ہوئی تھی۔ اس میں علماء کی اکثریت نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ علماء کو ٹی وی پروگراموں میں حصہ لینا چاہیے۔ اس کے بعد ملی مجلس شرعی کے ایک اجلاس منعقدہ (۴- نومبر ۲۰۰۷ء) میں اس مسئلے پر غور و خوض ہوا جو جامعہ اشرفیہ لاہور میں ہوا تھا۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ اہل سنت کے تینوں مکاتب فکر (اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی) کے علماء کا مشترکہ وسیع تر اجلاس بلایا جائے۔ چنانچہ یہ اجلاس ۱۳- اپریل ۲۰۰۸ء کو مفتی محمد خان قادری کے مدرسے جامعہ اسلامیہ جوہر ٹاؤن لاہور، میں ہوا جو صبح دس (۱۰) بجے سے شام پانچ (۵) بجے تک جاری رہا۔ اس میں پنجاب بھر سے متعدد علمائے کرام نے شرکت کی اور

اور کانفرنسوں کی ویڈیو فلمیں سراسر ناجائز ہیں، ان سے اجتناب کیا جائے۔

⑤..... دینی جماعتیں اپنے اجلاسوں اور کانفرنسوں میں صرف ان اخباری نمائندوں کو بلائیں یا ان کو آنے کی اجازت دیں جو تصویر کشی سے اجتناب کریں اور صرف رپورٹنگ پر اکتفا کریں کیوں کہ اخبارات و رسائل میں تصویر کی اشاعت کوئی وجہ جواز نہیں رکھتی۔

الغرض ٹی وی پر بوقت ضرورت تقریر کرنے کی اجازت کو بقدر ضرورت ہی اختیار کیا جائے، اس کو بنیاد بنا کر ہمہ قسم کی مصروفیات اور پروگراموں کو تصویریری سانچوں میں ڈھالنا اور رائی کو پر بت بنا لینا قطعاً صحیح نہیں ہوگا۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب .



اتقان القرآن انسٹی ٹیوٹ شعبہ حفظ کے مدرسین کے لیے

رہائش، کھانا کے علاوہ 2000 روپے تک ماہانہ وظیفہ
صلاحیت کے مطابق دیا جائے گا۔ کورس کے فراغت کے
بعد صحیح مناسب جگہ پر تعین کرنا ادارہ کی ذمہ داری ہوگی۔

محمد رمضان اثری۔ مدیر اتقان القرآن انسٹی ٹیوٹ النور بلاک، فیصل گارڈن۔

شیخوپورہ روڈ، فیصل آباد۔ 0321-6696173, 041-8756221

مذاکرے میں حصہ لیا۔ اس میں بھی بالآخر یہی فیصلہ کیا گیا کہ حالات کا تقاضا ہے کہ علماء ٹی وی کے محاذ کو دفاع اسلام کے لیے استعمال کریں اور اسے دشمنان اسلام ہی کے لیے مخصوص نہ رہنے دیں۔

گویا راقم الحروف اور اس کے ہم نوا بعض علماء کی رائے کے برعکس، علماء کی اکثریت اس بات پر مصر ہے کہ تبلیغ و دعوت کے لیے الیکٹرانک میڈیا کا استعمال کیا جانا چاہیے۔ وہ اسے اضطراب اور ضرورتِ میمہ کے تحت جواز کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ رائے اگرچہ محل نظر ہی ہے جیسا کہ اوپر اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لیے علمائے کرام اور دیگر مخلصانِ اسلام کی خدمت میں ہماری یہی گزارش ہے کہ وہ اس کے جواز کو شرح صدر اور خوش دلی کے ساتھ تسلیم نہ کریں بلکہ اسے وہی حیثیت دیں جو شناختی کارڈ اور پاسپورٹ یا ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ ضروریات کے لیے فوٹو کی حیثیت ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص کے پیش نظر ٹی وی تصویر سے بھی درگزر فرما دے جیسے اس سے شناختی کارڈ وغیرہ کی تصویر میں ہمیں معافی کی امید ہے۔

ہماری اس رائے کا لازمی نتیجہ حسب ذیل ہے:

①..... ٹی وی کے صرف ان پروگراموں میں شرکت کی جائے جنہیں براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا جائے اور جن سے فی الواقع کچھ فائدہ متوقع ہو۔ یہ شرکت بھی اسی طرح مع الکرہت ہو جیسے شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے تصویر کھینچواتے وقت کرہت ہوتی ہے۔

②..... ٹی وی مذاکرات میں شرکت سے گریز کیا جائے کیوں کہ ان میں ماہرانہ چابک دستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اصحابِ زلیغ و ضلال کو بھرپور موقع دیا جاتا ہے اور صحیح الفکر علماء کو صرف استعمال کیا جاتا ہے جس سے فائدے سے زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

③..... اپنائی وی چینل بھی اس وقت تک قائم نہ کیا جائے جب تک اس کی پشت پر کوئی اسلامی ذہن رکھنے والی حکومت یا کوئی مضبوط جماعت نہ ہو جو نفع نقصان سے بالا ہو کر اس کے تمام پروگرام اسلامی خطوط پر تیار اور نشر کرے۔

④..... علمائے کرام کی تقاریر کی یا دینی جماعتوں کے اجلاسوں

اصلاح قلب کی اہمیت و ضرورت

افادات: حافظ ابن القیم رحمہ اللہ از مولانا محمد یحییٰ صاحب

صورت میں نتیجہ برعکس۔ یہی وجہ ہے شریعت محمدیہ میں دل کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

«الْأَنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ» [بخاری]

یعنی ”جسم انسانی میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تمام اعضائے جسم سنور جائیں گے اور اس ایک میں بگاڑ پیدا ہونے سے کل اعضا میں بگاڑ آ جائے گا۔“

شیخ الاسلام علامہ ابن قیم رحمہ اللہ قلب کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

تجدد ملکا عظیما جالسا علی سریر مملکتہ یا امر وینہی ویولی ویعزل وقد حفت بہ الامراء والوزراء والجنند کلہم فی خدمۃ، ان استقام استقاموا وان زاغ زاغوا وان صح صحوا وان فسد فسدوا فعليه المعول وهو محل نظر الرب تعالیٰ ومحل معرفته ومحبتہ وخشیتہ والتوکل علیہ والینابة الیہ والرضی بہ وعنہ والعبودية علیہ اولاً وعلی رعیتہ وجندہ تبعاً فأشرف ما فی الانسان قلبہ فهو العالم باللہ، الساعی الیہ المحب لہ وهو محل الايمان والعرفان وهو المخاطب المبعوث الیہ الرسل المخصوص بأشرف العطایا من الايمان والعقل وانما الجوارح اتباع للقلب یستخدمها استخدام الملوک للعبید والراعی للرعية والذی یسری الی

یہ امر مسلم ہے کہ دوسری تمام مخلوق پر انسان کا سارا فضل و شرف اور فوقیت و برتری اس کی استعداد قلبی کی رہن منت ہے۔ انسان اس ممتاز اور عجوبہ روزگار قلب کی صلاحیتوں کو کام میں لا کر (انبیاء کے بعد) کبھی تو صدیق و فاروق اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی صورت میں نمودار ہوا، اور کبھی حسن و عطا و جنید و بابزید اور ابن تیمیہ و ابن القیم رحمہ اللہ کی سیرت میں ظہور پذیر ہوا۔ اس قلب کو جلا دینے والوں نے کبھی بازاروں میں فرشتوں سے مصافحہ کیا اور کسی وقت تختہ دار پر فلسفہ ابا لی حین اقتل مسلماً کی صدا بلند فرمائی۔ دل کی استعداد و صلاحیت نے ایک فقیر بے نوا کو بڑی بڑی جابر بادشاہتوں کے مقابلہ میں نہ صرف ثابت قدم رکھا بلکہ استبداد (ظلم و جبر) کو حق کے سامنے سرنگوں ہونے پر بالآخر مجبور کر دیا تھا۔ یعنی حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد ہیں جلیل اس کی ادا دل فریب اس کی نگاہ دل نواز

[اقبال]

حقیقت یہ ہے کہ خالق کائنات نے قلب انسانی کو بڑی صلاحیت بخشی ہے۔ اعمال کا بناؤ اور بگاڑ اخلاق کی پاکیزگی اور ناپاکی اور ہر طرح کا خیر و شر صرف دل ہی کا کارنامہ ہے۔ اس کا سنوار جسم خاکی کو فرشتہ خصلت انسان بنا سکتا ہے اور اسی کا بگاڑ اسفل السافلین میں جا کھڑا کرتا ہے۔ کیوں کہ جب قلب قوت حاصل کر لیتا ہے تو نفس کے تقاضے خود خاموش ہو جاتے ہیں اور قلب کی مغلوبیت کی

الجوارح من الطاعات والمعاصي إنما هي إثمارة
فان اظلم اظلمت الجوارح وان استنار استنارت -

[اقسام القرآن، ص: ۴۱۳، طبع ثانی مصر]

”یوں سمجھو کہ ایک عظیم بادشاہ سریر آرائے سلطنت ہے جو امر و نہی میں اعضا پر حکومت کرتا ہے، جس کے گرد بڑے بڑے امیروں و وزیروں اور سپاہیوں کا حلقہ ہے سب اسی کے اشارہ حکم کے منظر کھڑے ہیں۔ اگر یہ سیدھی راہ چلے تو سب ماتحت سیدھی راہ اختیار کریں گے اور اگر یہی ٹیڑھا چل نکلا تو سب اس کے پیچھے ٹیڑھی راہ چلیں گے۔ اس ایک کا صحیح ہونا سب کی صحت کا ضامن اور اس ایک کے فساد سے سب میں بگاڑ آ جاتا ہے۔ ساری رعیت کے خیر و شر کا بس اسی ایک پر دار و مدار ہے۔ خدائے قدوس کی نظر بھی صرف قلب انسانی ہی پر ہے۔ معرفت و محبت الہی، خشیت و خوف، امید اور انابت، رضا بقضائے سب کا مقام مقرر یہی ایک دل ہے۔ جسم انسانی میں اشرف و اعلیٰ چیز یہی قلب ہے یہی عالم باللہ اور ساعی الی اللہ ہے۔ خدائے قدیر سے محبت اسی دل کا کام ہے۔ یہی ایمان و عرفان کا گنجینہ اور خطاب شریعت کا مخاطب۔ ایمان و عرفان ایسی قیمتی نعمت صرف قلب کے حصہ میں آئی ہے۔ ہاتھ، پاؤں، گوش و چشم اور زبان سب قلب کے خادم ہیں۔ وہ ان سب سے ایک ادنیٰ نوکر کی طرح خدمت لیتا ہے اور اعضاء کی ساری اطاعت و معصیت کا سرچشمہ یہی قلب ہے۔ اس پر تاریکی چھائی تو سب تاریک اور دل میں نور ہدایت چمک اٹھا تو سب اعضاء روشن۔“

گمراہیوں کا منبع:

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے یہاں پر ”قلب“ کی اخلاقی حیثیت سے اس کی اصلاح پر بحث کی ہے۔ لیکن دنیا میں پھیلی ہوئی عقائد و اعمال کی ساری کج رویوں اور گمراہیوں کے متعلق بھی انہوں نے یہی تجزیہ کیا ہے اور متعدد مقامات پر اس کی تحقیق کی ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے

10 تا 16 اکتوبر 2008ء..... (1416)..... 10 شوال المکرم 1429ھ

کہ انسان غلط راہ پر یا تو اس لیے پڑ جاتا ہے کہ اسے کسی صحیح بات کا علم نہیں ہوتا۔ مثلاً وہ نیک نیتی سے کراچی جانے کے لیے رخت سفر باندھتا ہے لیکن راستہ کا علم نہ ہونے کے باعث چل پڑتا ہے پشاور کے راستہ پر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر انبیاء کے طریقہ کا علم حاصل نہیں کرتا۔

اور دوسرا شخص صحیح بات کا علم رکھنے کے باوجود کسی نہ کسی جذبہ نفسانی کی وجہ سے اس کی مخالفت کرتا ہے پہلے باعث کا وہ نام رکھتے ہیں ”فسادِ علم و معرفت“ اور دوسرے کا نام ہے ”فسادِ مقصد و ارادہ۔“ فرماتے ہیں اول الذکر گروہ کو سورہ فاتحہ میں ”ضال“ (گم کردہ راہ) کا عنوان دیا گیا ہے اور دوسرے گروہ کو ”مغضوب علیہم“ (غضب الہی کے مورد) کہا گیا ہے۔ اور جو صحیح و سالم قلوب، علم کی خرابی اور طلب و ارادہ کی کجی سے محفوظ ہیں وہ ہیں ”منعم علیہم“ (حق تعالیٰ کے انعام یافتہ) اور ان کی راہ ہے ”صراطِ مستقیم“ (سیدھی راہ) اس لیے سورہ فاتحہ میں اس دعا کی تلقین کی گئی ہے:

﴿اهدنا الصراط المستقیم ۝ صراط الذین انعمت

علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ [الفاتحہ]

اس مقام پر ان کی بے نظیر تصنیف مدارج السالکین سے ایک مختصر سی تقریر کی تلخیص ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے اس نقطہ نظر کی کافی وضاحت ہو سکے گی۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں:

”دل کی روحانی بیماریوں کے دمنج ہوتے ہیں:

①..... علم و ادراک اور معرفت و تمیز کا بگاڑ۔

②..... مقصد و ارادہ کی خرابی۔

اول الذکر باعث گمراہی اور دوسرے موجب غضب الہی ہوتے ہیں۔ یعنی جہالت اور قوت تمیز میں فساد آ جانے سے گم کردہ راہ لوگوں کے سے اعمال صادر ہوں گے اور اگر علم کے باوجود انسان صحیح بات کی مخالفت کرے تو اس سے غضب الہی کا مستوجب ہوگا۔ درحقیقت یہی دو چیزیں دل کی ساری اعتقادی و عملی بیماریوں کا سرچشمہ ہیں۔ اسی لیے

سورہ فاتحہ میں ”صراط مستقیم“ پر گامزن رہنے کی درخواست کی تلقین کی گئی ہے اور ہر مسلمان کو ہر روز اور ہر نماز میں کئی کئی بار اس دعا کو دہرانے کا حکم دیا گیا ہے اور ایک عبد مومن پر یہ سوال اہم فریضہ کے طور پر واجب قرار دیا گیا ہے۔ کیوں کہ ایک طرف مطلوب کی اہمیت و ضرورت کا تقاضا ہے دوسری طرف انسان کا فقر و احتیاج۔ اسی لیے کوئی بھی دوسرا سوال اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

﴿ایاک نعبد وایاک نستعین﴾ [الفاتحہ]

کے دو جملے علم و معرفت کے مرتبہ میں بھی اور عمل و حال کی زندگی میں بھی ہر دو امراض کی کلی شفا کا بہترین نسخہ اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔ قصد و طلب میں بھٹکانا، غرض و غایت اور نصب العین متعین کرنے میں غلطی کے سبب ہوتا ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے ذرائع و وسائل اختیار کرنے میں دھوکا کھا جانے کا باعث ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جس شخص نے اپنا مطلوب کسی ناپائیدار اور فانی چیز کو قرار دے لیا اور پھر ہر طرح کے وسائل سے اپنی پوری کوشش اس کو حاصل کرنے میں صرف کر ڈالی یقیناً مطلوب اور اس کے ذرائع دونوں سے فاسد نتائج پیدا ہوں گے۔“

پھر لکھا ہے کہ اس کا نمونہ دیکھنا منظور ہو تو مندرجہ ذیل تین گروہ اس کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔

①..... وہ مشرک آدمی جس نے اپنا مقصود و مطلوب ماسوا اللہ کو ٹھہر لیا ہو..... اللہ تعالیٰ سے، انسان کو جس درجہ کا تعلق، جس قسم کا عجز و نیاز، جس مرتبہ کی محبت اور جس درجہ کی التجا درکار ہے اس طرح کے یہ سب کام غیر اللہ، پیر، بت، قبر وغیرہ..... کے لیے بجا لائے۔ اس کو حاجت روا جان کر اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگے، اٹھتے بیٹھتے اس کا نام لیتا اور نذر نیاز چڑھاتا ہے۔ غرض جو تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہیے وہ ماسوی اللہ سے ہوتا ہے۔

②..... ہوائے نفسانی کا غلام، جس کے حب و بغض خواہش کے تابع ہو جائیں۔ دیتا ہے تو اپنی خواہش کے لیے اور روکتا ہے تو ہوس کے لیے، اسی کی خواہش رضائے الہی پر مقدم رہتی ہے۔ الہوی

امامہ والشہوۃ قائدہ کا مصداق ہے۔ غرض ہوا و ہوس سے آگے اس کی کوئی غایت ہی نہیں۔

③..... دنیوی جاہ و شہمت کے بھوکے، جن کا منتہائے مراد اس دنیائے دوں کا عز و وقار ہے۔ سیادت و قیادت قائم کرنے اور اس کو چمکانے کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ جب کبھی حق و صداقت ان کی جاہ طلبی کی راہ میں رکاوٹ بنیں اس کو پاؤں میں کچل دیتے ہیں اگر کچلنے پر قادر نہ ہوں تو جس طرح حملہ آور دشمن کو پوری ہمت سے پیچھے ہٹایا جاتا ہے وہ امر شرعی کو دھکے دے دیتے ہیں۔ اگر اس سے بھی عاجز ہو جائیں تو شریعت کو وہیں پڑا چھوڑ کر کوئی دوسری راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ غرض امر حق کو دبانے کے لیے پوری امکانی کوشش کرتے ہیں۔ پھر اگر کوئی چارہ کار نہ رہے تو

اعطوه السکة والخطبة وعزلوه عن التصرف

والحکم والتنفیذ - [ص: ۲۹]

اور اگر امر شریعت سے اپنی جاہ و ریاست بنانے میں کوئی مدد ملتی ہو تو اس کو مضبوط ہتھیار بنا کر اپنے مزاحم پر حملہ آور ہوتے ہیں پھر اس کی اچھائی اور بہتری کے گن گانے لگتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ ایک امر حق ہے بلکہ محض اس بنا پر کہ ان کی غرض مندی میں معاون ہے۔

ایسے لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم نے کیا ہی اچھا ارشاد فرمایا ہے:

﴿واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکمم بینہم اذا فریق منہم معروضون ۝ وان یکن لہم الحق یا تو الیہ مذلین ۝ افسی قلوبہم مرض ام ارتابوا ام یخافون ان یحیف اللہ علیہم ورسولہ بل اولئک ہم الظالمون﴾

”اور جب ان کو بلائیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ان میں قضیہ چکائیے۔ تو ان میں سے ایک فریق ایسا ہے جو اس سے اعراض کرتا ہے اور اگر ان کو ماننے میں فائدہ نظر آتا ہو تو چلے آئیں گے اس کی طرف قبول کر کے۔ کیا ان کے دلوں میں روگ ہے یا دھوکے میں پڑے ہوئے۔ یا ڈرتے ہیں کہ

اس تفصیل کے بعد فرماتے ہیں:

”جب ان مذکورہ گروہوں کا مح نظر جس کے پیچھے پڑے رہے باطل اور بے فائدہ ہو گیا تو انھیں بہت بڑے خسارے اور شدید ترین حسرت کا سامنا ہوگا، اور کل کائنات انسانی سے زیادہ ندامت و پشیمانی لاحق ہوگی۔ جب حق اور باطل باطل ہو جائے گا اور دنیاوی تعلقات اور رشتے ایک ایک ہو کر کٹ جائیں گے پھر انھیں یقین کامل ہوگا کہ کامرانی و سعادت کی راہ پر چلنے والوں سے کتنے پیچھے اور دور رہے۔ یہ گھٹا اور خسارہ بسا اوقات اسی دنیا ہی میں نمودار ہو جاتا ہے اور دنیا سے کوچ کرنے کے وقت یہ ظہور بہ نسبت دنیا زیادہ قوی ہوگا۔ عالم برزخ میں اس سے زیادہ اور بڑی پٹشی (قیامت) کے دن تو تمام

10 تا 16 اکتوبر 2008ء..... (1418)..... 10 شوال المکرم 1429ھ

خودکشی جرمِ عظیم، عذابِ مسلسل

محمد اختر صدیق

کو قتل جب کہ تین کو شدید زخمی کر دیتا ہے۔ ادھر فیصل آباد کا نصیر غربت کے ہاتھوں پریشان ہو کر بیوی کو قتل کرنے کے بعد خود کو گولی مار لیتا ہے، تو ادھر پاکپتن کا خدا بخش غربت سے تنگ آ کر بیوی بچوں پر تیزاب پھینک دیتا ہے۔ کوئی زہریلی گولیاں کھا کر راہِ عدم سدھار رہا ہے اور کوئی سپرے پی کر زندگی کا خاتمہ کر رہا ہے۔

انسان سوچنے پہ مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر یہ انتہائی قدم کیوں اٹھایا جاتا ہے؟ کیوں لوگ زندگی کا چراغ گل کر رہے ہیں؟ کیوں سانسوں کی ڈور ایک جھٹکے سے توڑ دی جاتی ہے؟ کیوں اس نعمت خداوندی کی ناشکری کی جارہی ہے جو ہر انسان کو فقط ایک ہی دفعہ نصیب ہوتی ہے؟ اگرچہ اخبارات میں خودکشی کی خبروں کے ساتھ ہی اس کی وجوہات کا بھی ذکر پڑھنے کو ملتا ہے مگر ہماری ناقص رائے کے مطابق ان تمام وجوہات کی بنیاد دین سے دوری اور اسلام کی سنہری تعلیمات سے عدم واقفیت ہے۔ ہو سکتا ہے بعض حضرات ہماری اس رائے سے متفق نہ ہوں مگر شاید ہم یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کیوں کہ اسلام کسی بھی حالت میں خودکشی جیسے حرام فعل کے ارتکاب کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ خودکشی کے جن اسباب کا ذکر اخبارات کی زینت بن رہا ہے ان میں سے چند ایک کا ذکر اور اس کا جائزہ آئندہ سطور میں ملاحظہ ہو:

①..... غربت اور تنگ دستی: اکثر لوگ غربت اور تنگ دستی کے

ہاتھوں اپنی جان اور اولاد کے دشمن بن رہے ہیں اور اس حد تک سفاکی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے کہ معصوم بچوں کو موت کی وادی میں اتارنے سے دریغ نہیں کیا جا رہا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ غربت، افلاس، تنگ دستی اور فقر انسان کے لیے بڑی خطرناک آزمائش ہے۔

گزشتہ چند سالوں سے مملکتِ خداداد پاکستان کے اندر خودکشی کے رجحان میں جس خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے اس سے ہر درد مند پاکستانی خون کے آنسو رو رہا ہے اور یہ سوچنے پہ مجبور ہو گیا ہے کہ کیا اتنی جانوں کا نذرانہ دے کر یہ ملک اس لیے حاصل کیا گیا تھا کہ اس میں مائیں اپنے جگر گوشوں کو سینے سے لگا کر چلتی ٹرین کے آگے کود جائیں، باپ اپنے پھول جیسے ننھے ننھے بچوں پر فائرنگ کر کے خود کو ریوالور کی گولی سے اڑالے۔

علی الصبح کسی بھی معروف قومی اخبار میں جب اوسطاً چھ تا دس خودکشیوں کی خبر روزانہ نظر سے گزرتی ہے تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ اس وقت دو مختلف اخباری رپورٹیں میرے سامنے ہیں جن میں خودکشی کے اعداد و شمار کا ذکر ہے جسے پڑھ کر دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ پہلی رپورٹ کے مطابق صرف اپریل ۲۰۰۸ء میں ۷۲ خواتین سمیت ۲۵۴ افراد نے خودکشی کی ہے۔ جب کہ گزشتہ برس یعنی ۲۰۰۷ء میں ۲۰۴۰ افراد نے اپنی زندگیاں اپنے ہی ہاتھوں ختم کر ڈالی ہیں۔ [ہیومن رائٹس کمیشن]

دوسری رپورٹ کے مطابق مہنگائی اور پیروزگاری سے خودکشیوں میں اضافہ: لاہور میں جولائی ۲۰۰۸ء کے اندر ۲۸۶ افراد نے اپنی زندگیاں ختم کر لیں۔ ۱۹۷ افراد کا اقدام خودکشی، ۸۷ شہری غربت جب کہ ۱۶ پسند کی شادی نہ ہونے پر دنیا چھوڑ گئے۔

[نوائے وقت، ۲۵ اگست ۲۰۰۸ء]

کتنے کرب اور دکھ کی بات ہے کہ کہیں گلبرگ میں کچی آبادی کی رہائشی بشری اپنی بیٹی صائمہ اور بیٹی زبیر کو سینے سے لگا کر جعفر ایکسپریس کے آگے کود جاتی ہے، تو کہیں مظفر گڑھ کا عبدالسلام غربت سے تنگ آ کر اپنے چھ معصوم بچوں کے سر پہ ڈنڈے کے وار کر کے تین

غربت کے مارے والدین جب گھر میں فاقوں پہ فاقے اور بھوک کی شدت سے تڑپتے جگر گوشوں کی دلدوز چیخیں سنتے ہیں تو ان کا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ زندگی سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ مفلس اور نادار آدمی جب معاشرتی رویوں کے تشہ دن رات برداشت کرتا ہے تو اسے عرصہ حیات انتہائی تنگ ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور وہ کوئی انتہائی قدم اٹھانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر

جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی
کس کس طرح سے اس کو ستاتی ہے مفلسی
پیا سا تمام روز بٹھاتی ہے مفلسی
بھوکا تمام رات سلاتی ہے مفلسی
یہ دکھ وہ جانے جس پہ آتی ہے مفلسی

مفلسی اور تنگ دستی زندگی کے حسین ترین لمحات کو بھی خوفناک اور بھیانک بنا دیتی ہے۔ یہ جہاں باپ کا بیٹی سکون تباہ کرتی ہے وہاں ماں کے لبوں کی مسکراہٹ بھی چھین لیتی ہے۔ مفلسی فقط بڑوں پر حملہ آور نہیں ہوتی بلکہ اس کے زہریلے جراثیم ان معصوم کلیوں کو بھی چاٹنا شروع کر دیتے ہیں جن کی کلکاریوں سے گھر پُر رونق اور آباد نظر آتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا:

افلاس نے بچوں کو تہذیب سکھا دی
آرام سے بیٹھے ہیں شرارت نہیں کرتے

یہ سب کچھ درست سہی مگر اس سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ افلاس و فقر کے ہاتھوں تنگ آ کر انسان اپنی زندگی کا خاتمہ کر لے۔ غور کیجیے سرور کونین ﷺ کے گھر میں کئی کئی دن کھانا نہیں پکتا تھا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا پھر گزارہ کیسے چلتا تھا؟ کہنے لگیں صرف پانی اور چند کھجوروں پر۔ [متفق علیہ]

اور آپ ﷺ فرمایا کرتی تھیں کہ آل محمد ﷺ نے کبھی مسلسل دو دن تک روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تاجدارِ حرم کے گھر کا مختصر سامان اور آپ کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشان دیکھتے ہوئے آبدیدہ ہو کر عرض

10 تا 16 اکتوبر 2008ء..... (1420)..... 10 شوال المکرم 1429ھ

کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہو کر اس قدر کمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں جب کہ قیصر و کسریٰ زندگی کی اعلیٰ ترین نعمتوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت۔“

مسجد نبوی کے چبوترے پر فقر و فاقہ کی زندگی گزارنے والے کتنے ہی صحابہ کرام تھے جن کے پاس فقط ایک ایک چادر تھی جسے وہ گلے میں باندھ کر سامنے سے پکڑ کر چلتے تھے کہ کہیں بے پردگی نہ ہو اور ان کے پاس دوسری چادر بھی نہ تھی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز مسلسل آتی رہی۔ آپ نے معلوم کیا تو پتا چلا کہ بچوں کی ماں نے ہنڈیا چوہلے پر رکھی ہے اور بچوں کو مسلسل آس دلا رہی ہے۔ امیر المومنین نے پوچھا: بی بی، بچے اتنی دیر سے رورہے ہیں انھیں تم کھانا کیوں نہیں دیتی۔ اس نے عرض کیا ہنڈیا میں کھانا ہو تو بچوں کو دوس یہ تو پتھر ہیں جو میں نے بچوں کو دھوکا دینے کے لیے رکھے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کانپ کر رہ گئے اور آپ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ آپ اسی وقت بیت المال کے خازن کے پاس آئے آٹے کی بوری لی اور اپنی کمر پہ لا کر دیگر سامان کے ساتھ اس کے گھر دے آئے۔

سوچنے کی بات ہے اس ماں نے اپنے بچوں کا گلا کیوں نہ گھونٹ دیا۔ یقیناً وہ اسلامی اصولوں سے مکمل واقف تھی۔ رسول کریم ﷺ نے جب اس دنیا سے رحلت فرمائی تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن پڑی ہوئی تھی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں منبر رسول ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے درمیان بھوک سے مڑھال ہو کر گر پڑتا، مجھے غشی کا دورہ پڑ جاتا، بعض لوگ سمجھتے کہ میں مجنون ہوں، مجھے جنوں نے نہیں بلکہ بھوک کی شدت نے گرایا ہوتا۔ [بخاری]

ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ محض تشریف لے گئے۔ وہاں کے گورنر سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے فرائض کی انجام دہی سے مطمئن ہونے کے بعد اعلان فرمایا کہ مجھے علاقہ کے فقراء اور تنگ دست لوگوں کے

نام لکھ کر دو تاکہ ان کا وظیفہ وغیرہ مقرر کیا جاسکے۔ ناموں کی لسٹ میں سعید بن عامر کا نام دیکھ کر آپ نے پریشان ہو کر پوچھا یہ کس کا نام ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ہمارے گورنر کا نام ہے۔ کیوں کہ ان کے حالات بہت ہی مخدوش ہیں اور کئی کئی دن تک ان کے گھر میں کھانا نہیں پکتا۔ یہ سن کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ عابدہ ہو گئے اور ان کے لیے ایک ہزار درہم کی تھیلی ارسال فرمائی جسے دیکھ کر سعید بن عامر رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے اور اپنی بیوی کو حکم دیا کہ یہ ہزار درہم چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں ڈال کر غرباء اور فقراء میں تقسیم کر دو۔

اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ لہذا غربت و افلاس سے تنگ آ کر خودکشی کرنا دراصل جہالت اور دین سے دوری ہے۔ سلف صالحین اور قرون اولیٰ سے لے کر آج تک لا تعداد لوگ معاشی بد حالی سے دوچار رہے مگر انھوں نے صبر سے کام لیا۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ رب کائنات نے اعلان کر رکھا ہے:

”اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ [البقرہ: ۱۵۳]

⑥..... ڈانٹ ڈپٹ: بعض عاقبت نااندیش والدین یا بزرگوں کی ڈانٹ ڈپٹ سے تنگ آ کر خودکشی جیسا انتہائی قدم اٹھانے کا جرم کرتے ہیں۔ حالاں کہ والدین یا بزرگوں کی ڈانٹ ڈپٹ انسان کی اصلاح اور اسے نقصان سے بچانے کے لیے ہوتی ہے۔ کسی دانا کا قول ہے کہ

”استاد کی سختی ماں باپ کے پیار سے زیادہ فائدہ مند ہے۔“

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال کے بچے کو سختی کے ساتھ نماز کا پابند بنانے اور دس سال کی عمر میں سزا دے کر نماز کا عادی بنانے کا حکم دیا ہے۔ اگرچہ اسلام ہر کام میں راہ اعتدال اپنانے کا مزاج رکھتا ہے اور خواہ مخواہ سختی اور بے جا ڈانٹ ڈپٹ کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر بچوں کو اسلام کی عملی تصویر بنانے کے لیے جائز سختی اور ڈانٹ ڈپٹ سے منع نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا:

”تو خود اور تیرا مال تیرے باپ کے لیے ہے۔“

ماں باپ کی اطاعت، بڑوں کی خدمت اور ان کی عزت، ان کی اچھی بات قبول کرنا، ان کا ادب اور فرماں برداری انسان کی خوش بختی

اور کامیابی کی علامت ہے۔ بڑوں کی بات نہ ماننا، ان کی نصیحت کو قبول نہ کرنا اور ان کی بات کا مقابلہ و مخالفت کرنا بدقسمتی اور ناکامی کا باعث ہے۔ بقول شاعر

خاموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں
دراصل پیاری نوجوان نسل جو کچھ ذرائع ابلاغ میں مشاہدہ کر رہی ہے اور جو کچھ انھیں نصاب تعلیم میں پڑھایا جا رہا ہے اس کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے۔ بقول اکبر الہ آبادی

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کر بچے باپ کو خطبی سمجھتے ہیں
⑦..... امتحان وغیرہ میں ناکامی: بعض طلباء امتحان اور بعض لوگ کسی اہم کام میں ناکامی سے دلبرداشتہ ہو کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتے ہیں۔ یہ عمل یقیناً جہالت اور کم عقلی پر مبنی ہے۔ کسی دانشور کے قول کے مطابق ”ناکامی کامیابی کا زینہ ہے“ انسان جب کسی مشن میں ناکام ہوتا ہے تو اسے اپنی غلطی کا احساس اور اس سے سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”مومن ایک سوراخ سے دودفعہ نہیں ڈسا جاتا۔“

یعنی ایک دفعہ ناکامی یا نقصان اٹھانے پر سبق سیکھتا ہے اور غلطیوں کو دہرانے کی غلطی نہیں کرتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”طافثور مومن کمزور مومن کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر اور زیادہ پسندیدہ ہے۔ اگرچہ دونوں میں ہی خیر ہے۔ تو فائدہ مند چیز کے حصول کا لالچ کر اور عاجز ہو کر نہ بیٹھ۔“ [مسلم]

اس حدیث کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان باہمت ہوتا ہے اور کبھی بھی حوصلہ ہارنے کی غلطی نہیں کرتا اور ناکامی کی صورت میں نئے سرے سے پوری کوشش کے ساتھ اپنے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ بقول اقبال

تندیٰ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

نہیں چاہتی۔ آپ نے یہ نکاح ختم کروادیا۔

⑤..... گھریلو جھگڑے: بعض نا سمجھ بچے اور بچیاں گھریلو جھگڑوں سے تنگ آ کر خودکشی جیسا گھناؤنا اور کبیرہ گناہ کر بیٹھے ہیں۔ ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کے رویوں اور جھگڑوں سے اس قدر دل برداشتہ ہوتے ہیں کہ خود اپنی قیمتی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ بعض دفعہ خاندان کا سربراہ روز روز کے جھگڑوں سے پریشان ہو کر اپنے بچوں کے ساتھ آگ و خون کا کھیل کھیلتا ہے اور پھر خود اپنی کینٹی پر ریواور رکھ کر ٹراننگ دبا دیتا ہے۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسا کرنے والا عقل و خرد سے عاری اور جاہل مرکب ہے۔ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک گھریلو اختلافات، نوک جھوک اور جھگڑے چلتے آ رہے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اپنی زندگی ختم کر لی جائے۔

ایک دفعہ خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ اور ان کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کے مابین اختلاف ہوا۔ علی المرتضیٰ ناراض ہو کر مسجد نبوی میں زمین پر ہی لیٹ گئے۔ اس دوران معلم کائنات ﷺ تشریف لائے۔ سیدنا علی کو گھر میں نہ پا کر اپنی پیاری بیٹی سے دریافت فرمایا تو انھوں نے مجمل سی بات کی کہ ان کے اور میرے درمیان کوئی بات ہوگئی ہے اور وہ گھر سے چلے گئے ہیں۔ آپ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ زمین پر ہی سو رہے ہیں تو فرمایا:

”قمہ یا ابا التراب“ مٹی کے باپ کھڑے ہو جاؤ۔ آپ نے محبت رسول ﷺ میں یہی کنیت یعنی ابو تراب اختیار کی۔ گھریلو جھگڑے ایک عذاب سے کم نہیں ہوتے مگر ان کو حاضر دماغی اور حوصلہ سے حل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کے مقابلہ میں زیادہ طاقت اور حوصلہ عطا کیا ہے لہذا اسے حکمت سے کام لینا چاہیے، تعاون اور گزراہ کی پالیسی اپنانا چاہیے۔ اگر اسے بیوی کی ایک بات ناپسند ہے تو کوئی پسند ہوگی۔ اور عقل مند بیوی کبھی بھی گھر کو مسائل اور مشکلات کی آماجگاہ نہیں بناتی وہ اپنے خاوند کے دکھ درد میں شریک ہوتی ہے۔ اس کی اطاعت اور خدمت کرتی ہے۔

خودکشی کا حکم اور اس کی سزا:

اسلامی تعلیمات کی رو سے خودکشی گناہ کبیرہ ہے جس کا ارتکاب

ناکامی سے گھبرا کر موت کا انتخاب کرنے والا دراصل بزدل اور بے وقوف ہوتا ہے۔ اگر فاتح ہند سلطان محمود غزنوی اپنی مسلسل سولہ ناکامیوں سے گھبرا جاتا تو کبھی بھی ستر ہواں پر جوش حملہ کر کے سرزمین ہندوستان میں عظیم فاتح بن کر داخل نہ ہو سکتا۔ وہ طلباء جو امتحان میں ناکامی پر خودکشی کر لیتے ہیں جیسا کہ لاہور اور گوجرانوالہ بورڈ کے تقریباً 13 طلباء و طالبات نے ایسا کیا، انھیں علم ہونا چاہیے تھا کہ قبر کے اندر ایک مشکل ترین اور پھر میدانِ حشر میں انتہائی سخت امتحان سے پالا پڑنے والا ہے اور یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ خودکشی کرنے والا ان دونوں امتحانات میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص فیصلہ ہو۔

⑥..... زبردستی شادی: نوجوان لڑکے اور لڑکیاں پسند کی شادی نہ ہونے پر یا زبردستی کی شادی کی صورت میں بھی اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتے ہیں۔ اسلام نے اس سلسلہ میں ماں باپ پر زور دیا ہے کہ وہ اولاد کے ساتھ سختی نہ کریں اور شادی کرنے والوں کو بھی حکم دیا کہ وہ اسلامی اصولوں سے بغاوت اور ماں باپ کی عزت خاک میں ملا کر خود ساختہ نکاح نہ کریں۔ حتیٰ کہ آپ نے بعض نکاح جس میں لڑکی کی مرضی شامل نہیں تھی ختم کرا دیے۔ لیکن اگر کسی جگہ ماں باپ کی طرف سے زبردستی کی جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اپنی زندگی ختم کر لی جائے۔

ماں باپ انسان کے دشمن تو نہیں ہوتے۔ لیکن اگر وہ اپنی بیٹی یا بیٹے کی شادی کسی ایسی جگہ طے کر رہے ہوں جہاں وہ راضی نہ ہو تو اس معاملہ کو اچھے طریقے سے سلجھانا چاہیے۔ مثلاً خاندان کے وہ بزرگ جو پورے شعور اور فکر کے ساتھ اس معاملہ پر غور کر سکتے ہوں ان سے بات کی جائے یا وہ بزرگ جو آپ سے زیادہ انس اور لگاؤ رکھتے ہوں ان سے بات کی جائے اور اگر پھر بھی بات نہ بنے تو بذریعہ عدالت یہ شادی ختم کروادی جائے۔ مگر یہ کسی طرح بھی جائز نہیں کہ اپنی جان اپنے ہی ہاتھوں ختم کر دی جائے۔

نبی ﷺ کے پاس ایک لڑکی نے آ کر کہا کہ اس کے باپ نے اس کی شادی زبردستی کر دی ہے جب کہ میں اس آدمی کے ساتھ رہنا

عذاب اور مسلسل اذیت کا باعث ہے اور یہ کہ خودکشی تمام علماء کے ہاں حرام ہے، ہم اس اجمال کی تفصیل مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں کر سکتے ہیں:

①..... خودکشی باعث عذاب: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے اور جو کوئی ظلم و زور سے ایسا کرے گا تو ہم ضرور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔“

[النساء: ۲۹]

②..... خودکشی کا انجام جہنم: ایک جنگ میں ایک مسلمان بڑی

پامردی سے لڑ رہا تھا اور کشتے کے پشتے لگائے جا رہا تھا۔ لوگوں نے کہا اس آدمی کو جیسا انعام ملے گا شاید وہ کسی کو نہ مل سکے۔ یہ سن کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”یہ جہنمی لوگوں میں سے ہے۔“ ایک آدمی اس کے پیچھے ہولیا تاکہ دیکھے ماجرا کیا ہے؟ اس لڑنے والے کو دوران قتال شدید زخم آئے۔ وہ تکلیف برداشت نہ کر سکا۔ اس نے تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور نوک اپنے سینے سے لگا کر پورا وزن ڈال دیا۔ تلوار جسم کے آر پار ہو گئی اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ اس کے پیچھے پیچھے رہنے والا صحابی دوڑتا ہوا دربار رسالت میں پہنچا اور باواز بلند کہنے لگا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے پورا واقعہ عرض کر دیا کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔ [بخاری]

سوچنے کی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کی معیت میں لڑنے والا اگر میدان قتال میں خودکشی کرتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے، تو بعد کے زمانوں میں ایسے افراد کا انجام کیا ہوگا؟

③..... رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں: ”اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم ان کو اور تم کو دونوں کو روزی دیتے ہیں۔ بے شک ان کا مار ڈالنا بڑا گناہ ہے۔“

[بنی اسرائیل: ۳۱]

اور فرمایا: ”اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں اور

ان کو رزق دیتے ہیں۔“ [الانعام: ۱۵۱]

④..... خود کو زخم لگانے کا نتیجہ: آپ کا ارشاد گرامی ہے: ”تم

سے پہلی امتوں میں ایک آدمی زخمی ہوا اور اس نے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ زخم سے خون بہنا شروع ہوا جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”میرے بندے نے جان دینے میں عجلت سے کام لیا، لہذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔“ [بخاری]

⑤..... خودکشی عذاب مسلسل کا باعث ہے: نبی ﷺ نے ارشاد

فرمایا: ”جس نے اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا کر مار ڈالا وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے آپ کو اسی طرح گراتا رہے گا، اور جس نے زہری کر خودکشی کی تو وہ جہنم میں ہمیشہ زہری پی کر خودکشی کرتا رہے گا جو اس کے ہاتھ میں ہوگا، اور جس نے اپنے آپ کو لوہے کے آلہ سے قتل کیا تو وہ اپنے آپ کو جہنم میں ہمیشہ لوہے کے آلہ سے قتل کرے گا جو اس کے ہاتھ میں ہوگا۔“ [بخاری]

⑥..... آلہ خودکشی سے عذاب: رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

”جس نے دنیا میں اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کر ڈالا تو اسے اسی چیز سے قیامت تک عذاب دیا جاتا رہے گا۔“ [بخاری]

اس حدیث مبارک سے پتا چلتا ہے کہ خودکشی کرنے والا جہاں جہنم میں دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا وہاں قیامت قائم ہونے تک قبر میں بھی شدید ترین اذیت اور المناک عذاب میں گرفتار رہے گا۔

④..... اپنے ہاتھ زخمی کرنے والا: سیدنا طفیل بن عمرو کے ساتھ

ایک آدمی نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آنے کی وجہ سے وہ بیمار پڑ گیا۔ وہ اکثر چیخ پکار کرتا رہتا اور ایک دن اس نے ایک برچھی سے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ لیں جن سے خون بہنا شروع ہوا حتیٰ کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ اچھی حالت میں ہے مگر اس نے اپنے ہاتھوں پہ کپڑا لپیٹا ہوا ہے۔ طفیل بن عمرو نے پوچھا تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کہنے لگا نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت

کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف فرما دیا ہے۔ طفیل بن عمرو کہنے لگے تو نے اپنے ہاتھ کیوں ڈھانپ رکھے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے کہا گیا ہے کہ جو اعضاء تو خود خراب کر آیا ہے وہ کبھی درست نہیں ہو سکتے۔ طفیل بن عمرو نے یہ خواب نبی ﷺ کو سنایا تو آپ نے فرمایا: ”اے اللہ اسے ہاتھوں والا گناہ بھی معاف فرما۔“ [صحیح مسلم]

⑤..... آپ ﷺ نے نماز جنازہ نہ پڑھی: نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی کی میت لائی گئی جس نے اپنے آپ کو ایک تیز دھار خنجر سے قتل کر ڈالا۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ [مسلم]

اسی طرح ایک اور واقعہ میں اس طرح کا مضمون ہے کہ آپ کو خبر دی گئی کہ فلاں آدمی شدید بیمار تھا اور تکلیف کے پیش نظر اس نے تیز دھار آلہ سے خودکشی کر لی ہے۔ آپ نے خبر دینے والے سے پوچھا: کیا تو نے اسے خودکشی کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ اس نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر میں تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا۔ [ابوداؤد]

ایک شخص نے شدید ترین علالت کی وجہ سے اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔

[ابن ماجہ]

سرور کونین ﷺ کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو:

”جس نے اپنے آپ کو زخمی کر کے مار ڈالا وہ جہنم کی آگ میں اپنے آپ کو زخمی کرتا رہے گا۔ اور جس نے کود کر جان دی وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں کود کود کرتا رہے گا۔ اور جس نے پھندے سے جھول کر جان دے دی وہ جہنم کی آگ میں سولی پہ لٹک لٹک کر جان دیتا رہے گا۔“ [مسند احمد]

ان احادیث کی شرح کرتے ہوئے علما نے لکھا ہے کہ خودکشی کرنے والا قیامت تک قبر میں اور قیامت کے بعد جہنم میں اپنے آپ کو اسی طرح مارتا رہے گا جس طرح دنیا میں اس نے اپنی جان لی تھی اور یہ کہ خودکشی کرنے والا دو ہرے عذاب میں مبتلا رہے گا:

①..... جہنم کی آگ میں لمبی مدت تک جلنا

②..... اپنے آپ کو بار بار قتل کرنا

خودکشی کرنے والا طویل مدت تک آگ میں رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی اور فیصلہ کر دے۔

قارئین کرام! زندگی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے۔ انسانی جان اور خوب صورت جسم اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا مظہر ہے۔ ذرا اس سے پوچھئے جو شکم مادر سے اپانچ، گونگا، اندھایا بہرہ پیدا ہوا ہو کہ جس نعمت سے وہ محروم ہے اس کی کیا قدر و قیمت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا، تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور اس نے تمہاری سماعت اور بصارت بنائی اور دل بنائے شاید کہ تم شکر گزار بنو۔“

[النمل: ۷۸]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانی اعضاء کو ایک نعمت اور مالک کائنات کے شکر کا سبب قرار دیا ہے۔ جو لوگ شیطانی جال میں پھنس کر خودکشی جیسا خطرناک قدم اٹھاتے ہیں دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کرتے ہیں۔ کفر اور ناشکری کرنے والے کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔ خودکشی کرنے والا دنیا کے مصائب سے دلبرداشتہ ہو کر اپنی جان کا خاتمہ کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ شاید اس اقدام سے اسے سکون اور راحت حاصل ہو جائے گی مگر ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ نتیجہ اس کے برعکس نکلتا ہے۔ وہ عارضی جھنجھٹ سے جان چھڑانے کے لیے اپنی جان بھی گنوا تا ہے اور مسلسل عذاب اور دردناک سزاؤں میں گرفتار بھی ہو جاتا ہے۔ وہ قبر میں بھی بے چین رہتا ہے اور حشر میں بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجائے گا۔ کسی نے کیا خوب کہا:

اب تو گھبرا کے کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

.....

زیارتِ حرمین اور سفر کویت

محمد اسحاق بھٹی

۱۰۔ جولائی

کراؤن پلازا کویت کی ایک مشہور عمارت ہے۔ ۱۰۔ جولائی کو یہاں اہل علم کا ایک اجتماع تھا، جس میں کویت کے علاوہ سعودی عرب کے بعض اصحاب علم بھی شریک تھے۔ مجھے بھی اس میں دعوت شرکت دی گئی تھی۔ مولانا عبدالحق ہاشمی مرحوم و مغفور کے صاحب زادے مولانا عبد الوکیل صاحب بھی اس اجتماع میں شمولیت کے لیے مکہ مکرمہ سے تشریف لائے تھے اور انھوں نے اس اجتماع میں مقالہ پڑھا تھا۔ وہ طویل عرصے سے مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہیں۔ بیت اللہ شریف کے باب اُمّ ہانی میں روزانہ دس گیارہ بجے سے نماز عشا تک وہاں ان کی نشست رہتی ہے۔ میں ۲۰۰۰ء میں حج کے لیے گیا تو وہیں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ انھوں نے اپنے گھر لے جا کر مجھے کھانا کھلایا تھا۔ چند اور حضرات بھی اس کھانے میں شریک تھے۔ رات کے تقریباً بارہ بجے تک یہ مجلس ان کے گھر میں رہی۔

اب میں عمرہ کے لیے گیا تو ان سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی، جس کا مجھے افسوس تھا۔ میں مولانا عارف جاوید محمدی کے ساتھ کراؤن پلازا پہنچا تو وہاں ان سے ملاقات ہوئی اور ہم نے ایک دوسرے سے خیر و عافیت پوچھی۔ اس وقت اس سے زیادہ وہاں بات کرنا مشکل تھا۔

انھوں نے عارف جاوید صاحب سے کہا کہ ہم رات دس بجے کراؤن پلازا میں انھیں ضرور ملیں۔ چنانچہ ہم وقت مقررہ پر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا کمرہ چھٹی یا ساتویں منزل میں تھا۔ ان کے صاحب زادے عزیز ی خالد بھی ان کے ساتھ تھے۔ کافی دیر ان سے سلسلہ گفتگو جاری رہا۔ اس موقع پر ان سے ان کے والد محترم مولانا عبدالحق ہاشمی کا تذکرہ بھی ہوا۔ مولانا ہاشمی پر میرا مضمون

میری تازہ تصنیف ”دبستانِ حدیث“ میں شائع ہو رہا ہے۔ ان کے فرزند ان گرامی مولانا عبد الوکیل اور مولانا عبدالرزاق ہاشمی کے حالات ان شاء اللہ ”گلستانِ حدیث“ میں بیان کیے جائیں گے۔ یہ کتاب زیر ترتیب ہے۔

۱۱۔ جولائی

آج جمعۃ المبارک کا دن ہے۔ مولانا عارف جاوید محمدی صاحب کویت کی ایک مسجد میں جمعہ پڑھاتے ہیں۔ میں نے جمعہ انہی کی اقتدا میں پڑھا۔ مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ نمازیوں کی اکثریت اردو بولنے والوں کی ہے۔ عارف صاحب نے اردو میں خطبہ جمعہ دیا۔ میں نے آج پہلی دفعہ ان کی تقریر سنی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں ماشاء اللہ بہت اچھی تقریر کرتے ہیں۔ ان کے دو صاحب زادے محمد قاسم اور محمد شفیع بھی ساتھ تھے۔ دس دس بارہ بارہ سال کے یہ بڑے سعادت مند بچے ہیں۔ مرکز دعوتِ الجالیات کے جناب جسیم احمد صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے۔

مسجد میں عارف جاوید صاحب نے میرے متعلق اعلان کیا کہ یہ پاکستان سے آئے ہیں اور آج نمازِ مغرب کے بعد قرطبہ ہال میں حجیت حدیث سیمینار ہوگا، جس میں یہ تقریر کریں گے۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد حضرات کی تقریریں ہوں گی۔ اعلان کے بعد مسجد کے تقریباً تمام نمازی مجھ سے نہایت محبت سے ملے اور خیر و عافیت پوچھی۔ اسی مسجد میں جناب عبدالعزیز خاں صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ پہلے عرض کیا گیا ہے (اس سے تین دن پیشتر) ۸۔ جولائی کو نمازِ مغرب سے قبل عارف جاوید صاحب کی معیت میں ان کے دفتر میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔

جمعۃ المبارک کے بعد دوپہر کا کھانا ہم نے عارف صاحب کے گھر کھایا۔

کویت کے بعض مقامات پر اشتہار چسپاں کر دیے گئے تھے کہ آج نماز مغرب کے بعد قرطبہ ہال میں حجیت حدیث سیمینار ہوگا۔ اشتہار میں مقررین کے نام بھی درج تھے، جن میں میرا نام بھی درج تھا۔ چنانچہ ہم نماز مغرب سے پہلے عبدالغفور صاحب کی گاڑی سے وہاں پہنچے۔ قرطبہ ہال کے قریب ایک مسجد میں مغرب کی نماز پڑھی۔

قرطبہ ہال کویت کا بہت بڑا ہال ہے جو حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔ ہال کے باہر دور تک گاڑیاں کھڑی تھیں۔ پاکستان اور ہندوستان کے بے شمار لوگ موجود تھے۔ بنگلہ دیش کے لوگ بھی تھے، لیکن ان میں سے ایک نوجوان نے مجھے بتایا کہ اردو بولنا ان کے لیے مشکل ہے البتہ کچھ کچھ اردو سمجھ لیتے ہیں۔ مولانا عبدالخالق مدنی نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض ادا کیے تھے۔ مولانا ممدوح بہت اچھے مقرر اور بہت اچھے سٹیج سیکرٹری ہیں۔ تلاوت قرآن سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن پہلے عارف جاوید صاحب کے فرزند عزیزی محمد شفیع عارف نے کی۔ پھر ایک اور لڑکے عزیزی حسان اعجاز نے کی۔ بعد ازاں پروگرام کے مطابق حافظ ابوبکر عتیق نے ”حفاظت حدیث“ کے موضوع پر تقریر کی۔

حافظ صاحب گوجراں والا کے قصبہ امین آباد سے تعلق رکھتے ہیں اور کئی سال سے کویت میں اقامت گزیرے ہیں۔ ان کے بعد ہندوستان کے معروف عالم و مصنف مولانا محمد انور سلفی نے مختصر مگر جامع الفاظ میں کتب حدیث کا تعارف کرایا۔ بعد ازاں ”حجیت حدیث“ کے موضوع پر مولانا صلاح الدین مقبول احمد نے خطاب فرمایا۔ مولانا ممدوح بہت سی کتابوں کے مصنف اور معروف مفسر ہیں۔ ان کا تعلق بھی ہندوستان سے ہے۔ تینوں حضرات نے سلجھے ہوئے انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور عالمانہ اسلوب میں اپنے موضوع کی وضاحت فرمائی۔

ان حضرات کے بعد میں نے اپنی گزارشات پیش کیں۔ میرا

موضوع تھا ”علمائے برصغیر کی خدمات حدیث“۔ اس موضوع پر میں نے تقریباً ایک گھنٹا تقریر کی۔ اس سے پہلے مولانا عبدالخالق مدنی نے حاضرین سے میرا تعارف کرایا۔ انھوں نے جن الفاظ میں میرا تعارف کرایا اور جس انداز سے کرایا، اس کا ذکر کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔ جب وہ اپنے اسلوب خاص میں میرے ”علم و فضل“ کی وضاحت فرما رہے تھے، اس وقت اس کے بوجھ سے میری گردن جھکی ہوئی تھی۔ میری تقریر کے بعد میری ہی دعا کے ساتھ یہ سیمینار اختتام کو پہنچا۔ اب بھی مجھ سے بہت سے حاضرین نے مصافحہ و معافہ کیا۔ یہ اس ہال میں میری ان سے آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد تمام حاضرین کو کھانا دیا گیا۔

کھانا یہ تھا: دو دو روٹیاں، بھنے ہوئے مرغ کی چار چار پانچ پانچ بوٹیاں، دو دو سیب، ایک ایک کیلا، پانی کی ایک ایک بوتل۔ غالباً مچھلی کا ایک ایک ٹکڑا بھی تھا۔ ایک کوئی اور شے تھی۔ یہ چیزیں شاپروں میں ڈال کر دو تین آدمی ہال کے دروازے میں بیٹھ گئے اور ہال سے نکلنے والے ہر شخص نے ایک ایک شاپر لے لیا۔ بعض نے وہیں بیٹھ کر کھالیا اور اکثر حضرات شاپر لے کر چلے گئے۔

ہر مہینے اس ہال میں تبلیغی پروگرام ہوتا ہے اور کھانے کا انتظام حاجی محمد ارشد صاحب کرتے ہیں جو گوجراں والا سے تعلق رکھتے ہیں اور کویت میں کاروبار کرتے ہیں۔ یہ بڑی ہمت اور حوصلے کا کام ہے جو حاجی محمد ارشد صاحب نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ اللہ انھیں جزائے خیر سے نوازے، آمین۔

۱۲ جولائی

آج دس بجے کے قریب لجنۃ القارة الہندیہ کے دفتر گئے۔ یہاں متعدد حضرات سے ملاقات ہوئی، جن میں عرب علما بھی تھے اور ہندوستانی اور پاکستانی حضرات بھی۔ دوپہر کا کھانا وہیں کھایا انواع و اقسام کا پر تکلف کھانا۔

وہاں پتا چلا کہ آج ایک عربی رسالے ”امتی“ میں میرے متعلق مولانا صلاح الدین مقبول احمد صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے۔ مولانا

ممدوح کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ وہ بہت سالوں سے یہاں مقیم ہیں اور اس نواح کے اہل علم میں انھیں بڑے اعزاز کا مقام حاصل ہے۔ بہت سے عرب اصحاب علم ان کے دائرہ شاگردی میں شامل ہیں۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ ۱۵۔ جولائی کو اپنے وطن ہندوستان جا رہے ہیں، رمضان شریف میں واپس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ انھیں خوش رکھے، نہایت خوش اخلاق اور ہم درد عالم دین ہیں۔ میں نے ان کے حالات زندگی اپنی کتاب ”دبستانِ حدیث“ میں لکھے ہیں۔

آج صبح امتیاز احمد صاحب تشریف لائے۔ ان کا تعلق میرے وطن جڑاں والا سے ہے۔ گزشتہ سطور میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ مجھے آج رات کے کھانے کی دعوت دینے آئے تھے اور کہا تھا کہ مغرب کے بعد مجھے لینے کے لیے آئیں گے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر اپنے ایک دوست کے ساتھ آئے۔ رات کا کھانا ان کے ہاں کھایا۔ وہاں اور حضرات سے بھی ملاقات ہوئی جو سرگودھا سے تعلق رکھتے ہیں۔ عشا کی نماز ان کے مکان سے قریب کی مسجد میں پڑھی۔ کھانے کے بعد ساڑھے دس بجے وہ مجھے اپنے دوست کے ساتھ میری قیام گاہ پر چھوڑ گئے۔ امتیاز احمد اور ان کے دوستوں سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔

۱۳۔ جولائی

مرکزِ دعوتِ الجالیات میں میرا قیام مولانا عبدالحق مدنی کے کمرے میں تھا۔ اس سے ملحق کمرے میں ملک جاوید اختر اور جناب ابو عمر عبدالغفور صاحب مقیم ہیں۔ ناشتہ بالعموم مولانا عبدالحق مدنی کے کمرے میں کیا جاتا ہے۔ ۱۳۔ جولائی کو ناشتے کے دوران عبدالغفور صاحب نے مجھے کہا کہ آج دوپہر کا کھانا ہم اکٹھے کھائیں گے۔ عبدالغفور صاحب کا وطنی تعلق ”کاہنہ“ (ضلع لاہور) سے ہے۔ کویت میں وہ کافی عرصے سے رہ رہے ہیں۔ پیشے کے اعتبار سے انجینئر ہیں اور ایک کمپنی میں کام کرتے ہیں۔ طویل قامت، قدرے بھرا ہوا جسم، گندمی رنگ، خندہ رو، کم گو، سیاہ داڑھی، پینٹ بوشرٹ میں ملبوس۔ عمر

پینتالیس چھیالیس برس کے لگ بھگ ہوگی۔ ایک بجے کے بعد انھوں نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھایا اور ایک ہوٹل میں لے گئے۔ یہ ہوٹل ہمارے مسکن سے بہت دور ہے اور بہت بڑا ہوٹل ہے جو سمندر کے کنارے واقع ہے۔ ہمیں ہوٹل میں گئے چند منٹ ہوئے تھے کہ ملک جاوید اختر اور مولانا عبدالحق مدنی تشریف لے آئے۔ تین چار اور دوست بھی آ گئے۔ اس طرح عبدالغفور صاحب کی طرف سے کھانے پر مدعوین کی تعداد سات تک پہنچ گئی۔ آپ چاہیں تو اسے ”سبع سائبل“ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس ہوٹل میں لنچ کے لیے آنے والے ہر قسم کے لوگ تھے۔ سمندر کا کنارہ اور خوش گوار فضا۔

مکہ مکرمہ میں مجھے جناب محمد عزیز شمس صاحب نے بتایا تھا کہ عارف جاوید صاحب نے اپنے مکان میں ایک عجائب گھر بنا رکھا ہے، وہ آپ کو دکھائیں گے۔ اگر کسی وجہ سے نہ دکھاسکیں یا ان کا ذہن اس طرف منتقل نہ ہو تو آپ خود ان سے عجائب گھر دیکھنے کی فرمائش کریں۔ میں دوپہر اور شام کے بعد کئی مرتبہ ان کے ساتھ ان کے گھر گیا اور ان کے ساتھ کھانا بھی کھایا۔ لیکن عجائب گھر کی بات ۱۳۔ جولائی کو ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے وہ الماری کھولی جس میں ان کا عجائب گھر واقع ہے۔ اعدوا للہم ما استطعتم کے قرآنی حکم کے مطابق پہلے ہمیں ایک تلوار کی زیارت کرائی گئی جو معلوم نہیں کس صدی میں کس اسلحہ ساز فیکٹری میں اسلحہ کے کس ماہر نے بنائی تھی۔ میں مجاہد یا اسلحہ بردار تو نہیں ہوں لیکن اس تلوار برداری کا شرف ہم نے حاصل کیا۔

پھر قرآن ہی کے ارشاد والقلم وما یسطرون کے پیش نظر ایک قلم دکھایا گیا جو کبھی ان کو کسی صاحب قلم بزرگ نے عنایت فرمایا تھا۔ یہ فقیر بھی چوں کہ چھوٹا سا یا تھوڑا سا ”اہل قلم“ ہے۔ اس لیے یہ قلم ہم نے نہایت غور سے دیکھا کہ یہ صاحب قلم کے ہاتھ سے کیسے چلتا رہا ہے۔

اس کے بعد انھوں نے بعض بزرگانِ دین کے مکتوبات کی زیارت کرائی جو انھیں کہیں سے ملے تھے۔ اس کا تعلق بھی قرآن ہی

سے ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ایک پیغام بر کو ملکہ سبا کی طرف مکتوب دے کر بھیجے وقت فرمایا تھا اذهب بکتابی هذا۔ پھر جب ملکہ سبا نے یہ مکتوب پڑھا تو اپنے وزرا سے کہا تھا القسی السی کتاب کریم مجھے ایک مکتوب گرامی موصول ہوا ہے۔

ملکہ سبا کا ذکر آیا ہے تو میں اس کی مناسبت سے یہ بھی کہنا چاہتا تھا کہ یہ ہزاروں سال پہلے کا واقعہ ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ سبا اپنے ملک کی ملکہ یعنی بادشاہ تھی۔ لیکن اس مطلق العنانی کے دور میں جب جمہوریت کا کوئی تصور نہ تھا، وہ جمہوریت کی قائل تھی اور قرآن کا فرمان ہے کہ حضرت سلیمان کا مکتوب گرامی پڑھ کر اس نے اپنے وزیروں اور مشیروں سے مشورہ طلب کرتے ہوئے صاف الفاظ میں کہا تھا:

﴿قالت يا ايها الملؤا افتنوني في امري ما كنت قاطعة﴾

امرا حتی تشهدون ﴿

لیکن خواہش کے باوجود میں یہ نہیں کہوں گا، اس لیے کہ میں اپنے ان مہربانوں کو ناراض نہیں کرنا چاہتا جو اس دور میں بھی جمہوریت کو غلط قرار دیتے ہیں، اگرچہ یہ صحیح ترین نظام حکومت ہے۔

عارف صاحب نے ایک یادوٹوپیاں بھی دکھائیں جو انھیں بعض علمائے کرام نے دیں اور وہ ان کے عجائب گھر کی زینت ہیں۔ بعض اور چیزوں کی زیارت بھی کرائی۔ انھیں بزرگوں کی عطا کردہ پرانی چیزیں رکھنے کا شوق ہے اور میرے نزدیک یہ بہت اچھا شوق ہے۔ ان کے عجائب گھر میں اپنی توفیق کے مطابق کچھ میں نے بھی حصہ ڈالا اور ان شاء اللہ مزید ڈالوں گا۔

اللہ تعالیٰ انھیں خوش رکھے، وہ اہل علم کے انتہائی قدردان ہیں اور نہایت اچھے الفاظ میں ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، سعودی عرب، کویت اور دیگر متعدد مقامات کے اصحاب علم سے ان کے روابط قائم ہیں۔ اس قسم کے مخلص لوگ اس دنیا میں کہاں ملتے ہیں۔

۱۴۔ جولائی..... بروز سوموار۔

یہ کویت میں میرے قیام کی آخری تاریخ اور آخری دن ہے۔ میں عمر کی جس منزل میں ہوں اس کے پیش نظر آئندہ اس نواح میں جانے، ان حضرات سے یک جا ملنے اور اتنا لمبا سفر کرنے کی بہ ظاہر کوئی امید نہیں۔ آج دس بجے کے قریب مولانا عارف جاوید محمدی، مولانا محمد بشیر طیب، حافظ ابوبکر عتیق، مولانا ابوسفیان بن مولانا محمد بشیر طیب، مولانا صلاح الدین مقبول احمد اور بعض دیگر دوست تشریف لائے۔ مولانا عبدالحق مدنی پہلے سے موجود تھے۔ اس مجلس میں کئی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ لطائف کا سلسلہ بھی چلا۔ لطائف بیانی میں تو میں اکیلا ہی تھا۔ سننے کے سب شائق تھے، لیکن اس میں کسی نے میرا ہاتھ نہیں بٹایا۔ اس اکیلے پردیسی کو میدان میں چھوڑ دیا گیا۔

لطیفے کی فطرت یہ ہے کہ اسے شروع کیا جائے تو وہ کسی حد میں محدود نہیں رہتا، آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہاں بھی ایک دو مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ مرزائیت اور شیعیت کے بارے میں چند ایسے موڑ بھی آئے جہاں بیٹنگی معذرت کرنا پڑی اور سنانے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت بھی پیش آئی۔ لیکن وہ سب اپنے ہی ہم خیال تھے اور ”سماع“ کے شائق.....!

اس وقت مجھے بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ شاید میں ان دوستوں سے آخری باتیں کر رہا ہوں، آئندہ اس طرح مل بیٹھنے اور باتیں کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اس وقت بھی جب کہ یہ سطور لکھ رہا ہوں، دل میں یہی خیال آ رہا ہے۔

میرا سامان مولانا عبدالحق مدنی نے ترتیب دے دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جناب عبدالغفور، عزیزی حافظ ابوبکر عتیق اور حافظ ابوسفیان نے بتایا کہ وہ ایئر پورٹ پر جہاز میں سامان بک کرانے جا رہے ہیں۔ مغرب سے کچھ پہلے میں نے مرکز کے دوستوں جناب جمیم احمد صاحب، مولانا محمد اشرف سندھو کے پوتے مولانا عبدالرؤف اور دوسرے حضرات سے الوداعی ملاقات کی اور ان کا میرے ساتھ جو حسن سلوک رہا، اس کا شکریہ ادا کیا۔ وہاں سے مولانا عارف جاوید محمدی مجھے اپنے مکان پر لے گئے۔ ایک مسجد میں ہم نے نماز پڑھی۔

اس کے بعد انھوں نے لاہور میرے گھر ٹیلی فون کیا اور بتایا کہ میں آج رات کو جہاز پر سوار ہوں گا اور صبح چار بجے کے قریب لاہور پہنچ جاؤں گا۔

عارف صاحب کے ساتھ کھانا کھایا اور تھوڑی دیر بعد ہم ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ دوسرے دوست (مولانا عبدالحق مدنی، حافظ ابوبکر عتیق، مولانا صلاح الدین) پہلے ہی وہاں تشریف لے گئے تھے۔ میرے سفر کے ساتھی ابوسفیان تھے، جنھوں نے ہر موقع پر میرا خیال رکھا۔ ہم نے تمام دوستوں سے مصافحہ و معافہ کیا اور جہاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ روانگی کے وقت مولانا عبدالحق مدنی نے مجھے کہا کہ آپ کی خدمت میں ہم سے کسی قسم کی کوتاہی ہوئی ہے تو معافی چاہتے ہیں۔ یہ الفاظ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے، لیکن میں نے اس کا کسی دوست کو احساس نہیں ہونے دیا۔

صبح پانچ بجے ہمارا جہاز لاہور ایئر پورٹ پر اترا۔ میرا سامان عزیز القدر ابوسفیان نے ریڑھی پر رکھا۔ وہ نہایت سعادت مند جوان ہیں۔ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ مولانا محمد بشیر طیب کے لخت جگر اور حافظ ابوبکر عتیق کے بھائی ہیں۔ عمرہ کر کے کویت پہنچے تھے۔ چند روز وہاں رہے، میرے ساتھ ہی لاہور آئے۔ ضلع گوجراں والا کے قصبہ ایمین آباد کے قریب ایک گاؤں میں سکونت پذیر ہیں۔ کچھ عرصہ میاں محمد جمیل کی قائم کردہ ابوہریرہ اکیڈمی میں پڑھاتے رہے ہیں۔

لاہور ایئر پورٹ پر ہم دونوں کے عزیز موجود تھے جو ہمیں لینے کے لیے آئے تھے۔ ابوسفیان وہیں سے اپنے عزیزوں کے ساتھ ایمین آباد کو روانہ ہو گئے اور میں اپنے گھر آ گیا۔

کویت میں میری جو پذیرائی ہوئی اور میرا جو احترام کیا گیا، اس پر میں تمام حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں۔ پھر میری قیام گاہ پر مولانا عبدالحق، جسیم احمد، ملک جاوید اختر، جناب عبدالغفور اور مولانا عبدالرؤف نے میرے ساتھ جو حسن سلوک روا رکھا اس پر میں ان کا بہ درجہ غایت احسان مند ہوں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

اب آئندہ سطور میں مولانا محمد بشیر طیب صاحب کی فراہم کردہ

معلومات کی روشنی میں مرکز دعوتہ الجالیات کویت کے معزز ارکان کا مختصر الفاظ میں تعارف کرایا جاتا ہے۔ ان میں بعض حضرات کا ذکر گزشتہ صفحات میں بھی آچکا ہے۔ یہ وہ لائق احترام حضرات ہیں جن کی شبانہ روز مساعی سے وہاں تحریک اہل حدیث کی رفتار آگے بڑھی اور اللہ کے فضل سے تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔

①..... مولانا صلاح الدین مقبول احمد: ان کا وطنی تعلق ضلع بلرام پور (یوپی، ہندوستان) کے ایک قصبے سے ہے۔ مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ ۱۹۸۴ء میں کویت کی وزارت اوقاف والشؤون الاسلامیہ کی طرف سے خطابت و امامت کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۹۹۰ء کی عراق کویت جنگ کے بعد سے جمعیت احیاء التراث الاسلامی کے مفتی اور محقق کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ متعدد عربی کتابوں کے مصنف ہیں۔ بعض کتابوں پر تعلیقات و حواشی قلم بند کیے اور بعض اردو کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ عربی کے علاوہ اردو میں بھی تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔ قابل اور تجربہ کار استاذ ہیں۔ بہت سے عرب علمائے کرام جو کویت میں خطابت و امامت اور تدریس میں مصروف ہیں ان کے دائرہ شاگردی میں رہے ہیں اور ان کا بے حد احترام کرتے ہیں۔

مولانا ممدوح کو مرکز دعوتہ الجالیات کے سرپرست کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے واقعات حیات میں نے اپنی کتاب ”دبستان حدیث“ میں تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ گزشتہ سطور میں بھی ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

②..... مولانا عارف جاوید محمدی: مرکز دعوتہ الجالیات کے رئیس ہیں۔ وطنی اعتبار سے ان کا تعلق ضلع گوجراں والا کے قصبہ قلعہ دیدار سنگھ سے ہے۔ بعض مشہور علما سے حصول فیض کیا۔ ۱۹۸۰ء میں کویت آئے اور یہاں وزارت اوقاف میں ملازمت کی۔ پھر جمعیت احیاء التراث الاسلامی قارة الهندیہ میں پاکستانی امور کے مشرف بنائے گئے۔ وزارت اوقاف کی طرف سے ایک مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں۔ بعض مساجد میں ان کا سلسلہ درس قرآن جاری ہے۔

جماعتی کاموں کی انجام دہی میں نہایت فعال اور سرگرم ہیں۔ کویت کے پاکستانی اور ہندوستانی لوگوں کے علاوہ عربوں میں بھی ان کا بے حد اکرام کیا جاتا اور علمائے عرب میں انھیں بالخصوص معزز و محترم گردانا جاتا ہے۔

۱۹۸۲ء میں شیخ طارق العیسیٰ کے حکم سے گوجراں والا میں عارف جاوید صاحب نے لجنۃ المساجد کی بنیاد رکھی، جس کے ارکان حاجی عبدالحق ناگی مرحوم، مولانا چراغ دین نور پوری مرحوم، حاجی عبدالرشید ناگی مرحوم، حافظ عبدالمنان نور پوری مدظلہ العالی اور خود عارف جاوید صاحب تھے۔ ان حضرات کی نگرانی میں بہت سی مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ اب لجنۃ المساجد کا نام جمعیت المناہل الخیریہ ہے۔

میانہ قد، گندم گوں سرخی مائل چہرے پر پھیلی ہوئی داڑھی، جس میں سفیدی کا عنصر غالب آ گیا ہے۔ چمک دار موٹی آنکھیں، تکیھی ناک، چوڑا ماتھا۔ دل کی طرح ہاتھ بھی کھلا۔ عمل میں صالحیت اور کلام میں مروت۔ اپنے ساتھیوں کی عادات و نفسیات سے بہت حد تک آگاہ۔

وسیع المطالعہ اور وسیع الظرف۔ مہمان نواز۔ اہل علم کے قدر دان۔ یہ ہیں ہمارے معزز دوست مولانا عارف جاوید محمدی۔ (ان کے کوائف زندگی ان شاء اللہ ”گلستانِ حدیث“ میں ضبط تحریر میں آئیں گے۔)

۳..... جناب محمد عبداللہ شاد ملتانی: یہ مرکز دعوتہ الجالیات کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ تقریباً تیس برس سے کویت میں مقیم ہیں اور کویت ایئر لائن میں اعلیٰ منصب پر فائز ہیں۔ کویت کے دارالقرآن سے اسلامیات کی سند لی۔ یہاں کی مسجد الحنبلی میں خطبہ جمعہ دیتے ہیں۔ جماعتی امور میں ہر وقت مستعد۔ (ان کا ذکر گزشتہ سطور میں بھی ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ جولائی کی تحریر)

۴..... مولانا عبدالحق مدنی: ان کا وطنی تعلق فیصل آباد سے بھی اور ضلع خانیوال سے بھی۔ کویت میں مرکز دعوتہ الجالیات کے دعوتی اور تبلیغی امور کے نگران ہیں۔ مختلف مساجد میں روزانہ درس قرآن دیتے

ہیں اور وزارت اوقاف کی طرف سے ایک مسجد میں بہ طور خطیب ان کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ جمعیت احیاء التراث الاسلامی قارۃ الہندیہ کی طرف سے داعی مقرر ہیں۔ تقریر کے علاوہ تحریر کا صاف ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ ہر بات تحقیق سے لکھتے ہیں۔ پورا قد، گداز جسم، چوڑا چہرہ، کشادہ سینہ، کھلی پیشانی۔ گندی رنگ، ابھری ہوئی ناک۔ صاحب مطالعہ عالم دین۔ جوان عمر، کالی داڑھی۔ دینی مسائل پر وسیع نظر۔ مرکز دعوتہ الجالیات کے اہم رکن بلکہ مولانا محمد بشیر طیب کے بقول اس مرکز کے روح رواں۔ (مولانا عبدالحق مدنی کے مفصل حالات ان شاء اللہ ”گلستانِ حدیث“ میں بیان ہوں گے۔)

۵..... ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد: ان کا وطنی تعلق ملتان سے ہے۔ ابتدا میں کویت کی وزارت اوقاف کی طرف سے ان کا تقرر شعبہ حفظ القرآن الکریم میں ہوا تھا۔ کچھ عرصہ اس شعبے سے منسلک رہے۔ پھر وزارت اوقاف نے انھیں امامت و خطابت کے منصب پر فائز کر دیا۔ اس کے ساتھ لجنۃ القارۃ الہندیہ میں طبع و تالیف کے شعبے کی ذمہ داری بھی ان کے سپرد ہوئی۔ وزارت اوقاف کے دارالقرآن الکریم میں تدریس کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف اور مترجم ہیں۔ ”زاد الخطیب“ ان کی ایک اہم تحقیقی کتاب ہے جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور جمعیت احیاء التراث الاسلامی کویت کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ مساجد کے خطیبوں کے لیے یہ نہایت مفید کتاب ہے۔ ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں اور کراچی یونیورسٹی سے انھوں نے حدیث کے ایک موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ کشیدہ قامت، گندی رنگ، تکیھے نقوش، ملنسار، ہنس مکھ، خوش مزاج اور خوش اخلاق۔ (ان کے حالات میں نے اپنی کتاب ”دبستانِ حدیث“ میں لکھے ہیں۔ یہ کتاب مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور نے شائع کی ہے۔)

۶..... مولانا محمد بشیر طیب: مولانا ممدوح کا آبائی مسکن موضع سنہلا کلاں ہے جو ضلع گوجراں والا کے مشہور قصبہ ایمن آباد کے قریب ہے۔ انھوں نے جامعہ محمدیہ (گوجراں والا) کے اساتذہ سے تحصیل علم

کی۔ اس کے بعد ۱۹۷۸ء میں بہ سلسلہ کاروبار کویت چلے گئے۔ یہ آج سے تیس برس پہلے کی بات ہے۔ اس وقت یہ نوجوان تھے۔ طویل قامت جسے ادبی زبان میں سرود کہنا چاہیے۔ انہی کی طرح پتلی سی لمبی حنائی داڑھی، نکھرا ہوا گندمی رنگ، تکیھی ناک، کتابی چہرہ۔ صاف کلام۔ بات چیت میں اپنایت کی فراوانی اور خلوص کی جھلک۔ عربی لباس زیب تن۔ ۱۹۷۹ء میں کویت کی وزارت اوقاف کی جانب سے بہ طور مؤذن ان کا تقرر عمل میں آیا۔ ۱۹۸۰ء میں مسجد خالد بن کبیر میں تبادلہ ہوا۔ آج تک اس مسجد میں اپنے منصبی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ بارہ سال سے حکومت کے محکمہ اوقاف کی جانب سے مسجد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میں خطابت کا منصب بھی ان کے سپرد ہے۔ تحریک اہل حدیث کویت کے جو کہ اب مرکز دعوتہ الجالیات کے نام سے موسوم ہے، مؤسسين میں سے ہیں اور اس کے منصوبوں کے تحت دعوت و تبلیغ میں مشغول.....! پاکستان کے بعض جماعتی اخباروں میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں، جن سے قارئین استفادہ کرتے ہیں۔ ”بخشش کی راہیں“ ایک کتاب تصنیف کی۔

⑤..... مولانا محمد انور سلفی: مولانا ممدوح کا اسم گرامی گزشتہ صفحات میں کئی مرتبہ آچکا ہے۔ ان کے آبائی گاؤں (یا قصبے) کا نام کڑپہ ہے جو ہندوستان کی سابق ریاست حیدرآباد (دکن) میں واقع ہے۔ اس علاقے کو اب آندھرا پردیش کہا جاتا ہے۔ تقسیم ملک سے قبل یہ ریاست برصغیر کے مسلمانوں کی تہذیب کی بہت بڑی علامت تھی۔ اس ریاست کے مختلف حکمرانوں کے دور میں قرآن وحدیث اور تاریخ سے متعلق عربی اور اردو میں بے شمار کتابیں سرکاری اداروں کی طرف سے شائع ہوئیں۔ نیز ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ سطح کے تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔

مولانا محمد انور سلفی جامعہ سلفیہ بنارس (ہندوستان) کے فارغ التحصیل ہیں اور اپنے معہد علمی کی رعایت سے ”سلفی“ کہلاتے ہیں۔ نہایت افسوس ہے پاکستان کی جامعہ سلفیہ کے فارغ التحصیل حضرات کو سلفی کہلانے کی توفیق نہ ہوئی۔ مولانا ممدوح نوجوان ہیں، پورا قد،

گول چہرہ، کشادہ پیشانی۔ صحت مند جوان۔ کم گو اور متانت پسند۔ قارۃ الہندیہ میں بہ طور داعی کام کرتے ہیں اور محکمہ اوقاف کی طرف سے کویت کی ایک مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہاں کی مختلف مساجد میں بہ زبان اردو ان کا سلسلہ دروس جاری ہے۔ تحریر و نگارش کا پاکیزہ ذوق رکھتے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف اور مترجم ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں (۲)۔ جولائی کے واقعات کے ضمن میں بیان کیا گیا، میرے متعلق انھوں نے مضمون لکھا جو ”کویت ٹائمز“ کے دو شماروں (یکم اور ۲ جولائی) میں چھپا۔

⑧..... قاری عتیق الرحمن: قاری صاحب موصوف گھر جاگہ (گوجراں والا) کے رہنے والے ہیں اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے آخری دور کے شاگردوں میں سے ہیں۔ کویت کی وزارت اوقاف کی طرف سے دارالقرآن میں مدرس اور ایک مسجد میں خطیب ہیں۔

⑨..... مولانا کفایت اللہ: مرکز دعوتہ الجالیات کی مجلس شوریٰ کے ایک رکن مولانا کفایت اللہ ہیں۔ ان کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں اور قارۃ الہندیہ جمعیت احیاء التراث اسلامی میں ہندوستانی امور کے انچارج ہیں۔

⑩..... حافظ ابوبکر عتیق: یہ مولانا محمد بشیر طیب کے صاحب زادہ گرامی قدر ہیں۔ میانے قد کے یہ نوجوان مرکز دعوتہ الجالیات کے سرگرم رکن ہیں۔ جامعہ محمدیہ گوجراں والا سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ ایک دارالعلوم میں فریضہ تدریس انجام دیا۔ پھر انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے لغت العربیہ میں بی اے کر کے کویت آ گئے۔ یہاں وزارت اوقاف میں مؤذن اور دارالقرآن میں مدرس اور خطیب ہیں۔ تیز فہم اور ذہین نوجوان ہیں۔ آنکھوں پر نظر کی عینک اور عربی پہناوا۔ تحریر و کتابت کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔

⑪..... سید حبیب اللہ شاہ: یہ پاکستان کے مشہور خطیب اور معروف عالم سید ضیاء اللہ شاہ بخاری کے چھوٹے بھائی ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں اور کویت میں ایک پرائیویٹ پاکستانی سکول میں اسلامیات کے ٹیچر اور حکومت کویت کے دارالقرآن میں مدرس

ہیں۔ دعوت و تبلیغ میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔

(۱۲)..... حاجی حبیب الرحمن: ان کا تعلق فیصل آباد سے ہے۔

کویت میں کاروبار کرتے ہیں۔ مرکز دعوتہ الجالیات کے سیکریٹری مالیات ہیں۔ جماعتی امور میں سرگرم رہتے ہیں۔

(۱۳)..... حاجی محمد امین: ان کا وطنی تعلق گجرات (پاکستان) سے

ہے۔ مرکز دعوتہ الجالیات کے ڈپٹی جنرل سیکریٹری ہیں۔ ایک کویتی کمپنی میں اچھے عہدے پر فائز ہیں۔ جماعتی امور کی منصوبہ بندی میں ماہر اور ان کی تکمیل میں تیز رو۔

(۱۴)..... حاجی محمد ارشد: حاجی صاحب ممدوح کا اصل وطن

گوجراں والا ہے۔ کویت میں ایلمونیم کے تاجر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے اور اسے راہ خدا میں خرچ کرنے کا حوصلہ بھی عطا فرمایا ہے۔ قرطبہ ہال کے ماہانہ تبلیغی پروگرام کے بعد حاضرین کے لیے کھانے کا انتظام حاجی صاحب اکیلی ہی کرتے ہیں۔ جماعتی معاملات میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں اور حسب ضرورت مالی تعاون فرماتے ہیں۔

(۱۵)..... حاجی محمد یسین: ان کا تعلق لاہور سے ہے۔ کویت میں

فرنیچر کے بہت بڑے تاجر ہیں۔ ان کا یہ سلسلہ تجارت کویت سے سعودی عرب تک پھیلا ہوا ہے۔ جماعت کے خیر حضرات میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

(۱۶)..... حاجی مظہر ریاض: یہ اصلاً گوجراں والا کے باشندے

ہیں۔ کویت میں کاروبار کرتے ہیں۔ مولانا عبداللہ ناصر رحمانی (کراچی) کے قریبی عزیز ہیں۔

(۱۷)..... حاجی محمد سلطان: ان کا تعلق ہندوستان سے ہے۔

کویت کی ایک کمپنی میں ملازم ہیں۔ جماعتی معاملات میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔

(۱۸)..... حاجی محمد یوسف: گوجراں والا سے تعلق رکھتے ہیں۔

کویت میں ٹھیکے داری کرتے ہیں اور ایک مسجد میں جمعہ پڑھاتے ہیں۔

(۱۹)..... ابو عمر عبدالغفور: گزشتہ سطور میں متعدد مقامات پر ان کا

ذکر ہوا ہے۔ کافی عرصے سے کویت میں اقامت گزریں ہیں۔ دیکھیے

۱۳۔ جولائی کے واقعات میں ان کے متعلق اس فقیر کی تحریر۔

(۲۰)..... چودھری ہمایوں اسلم: ان کا اصلی وطن موضع دھونیکے

(تحصیل وزیر آباد، ضلع گوجراں والا) ہے۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل

سلفی کا آبائی وطن بھی یہی گاؤں (دھونیکے) تھا۔ چودھری صاحب

ممدوح کویت میں کاروبار کرتے ہیں اور جماعت کے سرگرم رکن ہیں۔

(۲۱)..... محمد عمران صاحب: ایک کمپنی میں ملازم ہیں۔ مطالعہ

کتب کے شائق اور جماعت کے فعال رکن۔ کبھی کبھی ایک مسجد میں

جمعہ پڑھاتے ہیں۔

(۲۲)..... حاجی محمد رفیق: ان کا وطنی تعلق موضع میر محمد (ضلع

قصور) سے ہے۔ کویت کی ایک کمپنی میں ملازمت کرتے ہیں۔

(۲۳)..... جناب عابد بھائی: ان کا وطن ہندوستان ہے۔ پہلے

بوہری شیعہ تھے، پھر مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا تو اہل حدیث ہو گئے۔

کویت میں کاروبار کرتے ہیں اور بہت مدت سے یہاں مقیم ہیں۔

(۲۴)..... حاجی محمد اعجاز: ان کا آبائی وطن گوجراں والا ہے۔ کویت

کی ایک کمپنی میں ملازم ہیں۔ جماعت کے تبلیغی معاملات میں بے حد

دلچسپی رکھتے ہیں۔

(۲۵)..... ملک جاوید اختر: ان کا تعلق ایبٹ آباد سے ہے۔ طویل

مدت سے کویت میں مقیم ہیں۔ پہلے وزارت دفاع میں ملازمت کرتے

تھے۔ پھر ملازمت ترک کر کے اپنی ورک شاپ کھول لی۔ گزشتہ سطور

میں متعدد مرتبہ ان کا نام آیا ہے۔ ۳۔ جولائی کے واقعات میں ان کے

متعلق قدرے تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

(۲۶)..... حاجی افتخار احمد: جماعت کے مخلص ارکان میں سے

ہیں۔ آزاد کشمیر تعلق ہے۔ کچھ مدت سے صاحب فراش ہیں۔ اللہ

انہیں صحت عطا فرمائے۔

(۲۷)..... جناب جیسیم احمد: ان کا تعلق پٹنہ سے ہے جو ہندوستان

کے صوبہ بہار کا دارالحکومت ہے۔ مرکز دعوتہ الجالیات کی دیکھ بھال اور

مہمانوں کی خدمت کا معاملہ انہی کے سپرد ہے۔ مرکز کے شعبہ کیسٹ

کے انچارج ہیں۔ ان کا ذکر گزشتہ سطور میں بھی ہوا ہے۔

مرکز دعوتہ الجالیات کویت کی مجلس شوریٰ کے ان معزز ارکان اور علما و مشائخ کے یہ وہ مختصر کوائف ہیں جو مجھے تحریری صورت میں مولانا محمد بشیر طیب سے حاصل ہوئے۔ مولانا مدوح سے جو کچھ مجھے فراہم ہوا، میں نے اسے اپنے الفاظ میں قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آخر میں ایک وضاحت

گزشتہ سطور میں مختلف علمائے کرام کے تذکرے میں خواندگان محترم کے مطالعہ میں یہ الفاظ آئے کہ فلاں صاحب کویت کی فلاں مسجد میں مؤذن اور امام و خطیب ہیں اور فلاں صاحب فلاں مسجد میں.....!

واضح رہے کہ وہاں اذان اور امامت و خطابت مستقل سرکاری مناصب ہیں اور باوقار مناصب ہیں۔ مؤذنین، اماموں اور خطیبوں نے گاڑیاں رکھی ہیں اور اس معاشرے میں نہایت عزت کی زندگی بسر کرتے ہیں.....!

آخر میں یہ عرض کروں کہ کسی زمانے میں ”جب آتش جوان تھا“ میں ہنسی خوشی سفر کرتا تھا لیکن اب سفر سے بہت گھبراتا ہوں۔ گزشتہ صفحات میں دو سفروں کا ذکر کیا گیا ہے، پہلے سفر کا تعلق زیارت حریم شریفین یعنی عمرے سے ہے اور دوسرے کا کویت سے۔ پہلا سفر تو انتہائی مبارک سفر تھا جب کہ دوسرا دوستوں کی مخلصانہ دعوت پر کیا گیا۔ یہ بھی بے حد خوشی کا سفر تھا۔ تاہم گھر سے نکلنے وقت گھبراہٹ سی تھی کہ معلوم نہیں ہزاروں میل کے اس طویل سفر میں کن حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے دونوں سفر میں ہر جگہ دوستوں نے اس فقیر کو خوش آمدید کہا اور مسافر نوازی کا ثبوت بہم پہنچایا، جس کا گزشتہ صفحات میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ میں ان سب حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے:

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے

.....

ضرورت ہے

① ہمارے مدرسے کے لیے دو اساتذہ (شعبہ حفظ القرآن اور شعبہ تجوید) کی ضرورت ہے۔ شادی شدہ ہو تو اسے ترجیح ہوگی۔ ان کی اہلیہ نے اگر درس نظامی کیا ہو تو شعبہ طالبات کو پڑھانے کے لیے بھی ضرورت ہے۔ رابطہ نمبر

حاجی محمد یار: 0333-6623546

قاری عبدالخالق: 0300-6004095

قاری عبدالرحمن واصل: 0300-6604950

②..... ادارہ نصر الائمہ گوجرانوالہ مختلف مدارس البنات والبنین کے لیے معلمین و معلمات کی ضرورت ہے۔ خواہش مند حضرات اپنے کوائف کے ہمراہ رابطہ فرمائیں۔

[ابوالاقتصاد حمزہ طور گوجرانوالہ: 0333/0301-8112611]

تصحیح اور معذرت

”قارئین الاعتماد“ جلد نمبر 60 شمارہ نمبر 38 کے مضمون ”زیارت حریم اور سفر کویت“ کے مندرجہ ذیل مقامات کی تصحیح فرمائیں۔

صفحہ 21 کالم نمبر ایک سطر نمبر ایک میں 29 جولائی وسط نمبر دو میں 30 جولائی چھپ گیا ہے۔ ان دونوں مقامات میں دراصل 29 جون و 30 جون ہونا چاہیے۔

اسی مضمون کے صفحہ 22 کالم نمبر ایک کی سطر نمبر 25 میں 29 جولائی وسط نمبر 26 وسط نمبر 28 میں 30 جولائی چھپ گیا ہے۔ یہ بھی دراصل 29 اور 30 جون ہے۔

اسی مضمون کے کالم نمبر ایک کی تیسری سطر میں ڈاکٹر ضیاء الحق طبع ہو گیا ہے جو دراصل ڈاکٹر ضیاء الرحمن ہے، جیسا کہ گزشتہ سطور میں لکھا گیا ہے۔

پروف ریڈنگ کی ان غلطیوں پر ادارہ اپنے قابل احترام قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ [الحديث]

سکول کے سالانہ امتحانات میں پرائمری، مڈل، میٹرک پاس ہونے والے طلباء کے لیے دینی و دنیوی تعلیم کے لیے

دارالحدیث اوکاڑہ میں داخلہ کا سنہری موقع

والدین کے لیے یہ خوش خبری ہے کہ ان کے بچوں کو اچھا مسلمان اور عالم بنانے کے لیے دارالحدیث میں چھ سالہ دینی کورس کے ساتھ مڈل، میٹرک، ایف۔ اے کی تعلیم کا بہترین بندوبست ہے۔ محکمہ تعلیم کی طرف سے یہ نوٹیفکیشن تمام بورڈز کو ہو چکا ہے کہ دینی مدارس میں ثانویہ عامہ دو سالہ کورس کے حامل طالب علم کو صرف چار پرچوں (انگلش، ریاضی، مطالعہ پاکستان، اردو) کا سیکنڈری بورڈ میں میٹرک کا امتحان اور اس طرح ثانویہ خاصہ کی سند کے فاضل کو صرف چار پرچوں (انگلش، اردو، دو اختیاری مضامین) میں ایف۔ اے کا امتحان دینے کی سہولت ہے۔ آپ اپنے بچوں کو اس سہولت سے دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم کا فائدہ پہنچائیں۔ شعبہ حفظ میں پرائمری پاس بچوں کو جو ناظرہ پڑھتے ہوں داخل کروائیں۔

خصوصیات: طلباء میں ڈسپلن اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ دورانِ تعلیم طلباء کو سفید وردی پہننا، نماز باجماعت کی پابندی، مغرب کی اذان صف میں بیٹھ کر سننا، مغرب کے بعد بغیر اطلاع ادارہ سے باہر نہ جانا، بچوں کے اخلاق و کردار کو بہتر بنانا، اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانا، جیسے امور پر بھرپور توجہ دی جاتی ہے۔

✽..... فنِ تقریر کے لیے اسبوعی اجلاس، کوئیز پروگرام، کمپیوٹر کلاس

✽..... ہفتہ وار حالات و واقعات پر لیکچر ✽..... ہر دو ماہ بعد طبی لیکچر (ایم بی بی ایس ڈاکٹر)

✽..... سال میں دو بار ٹریفک قواعد و ضوابط پر لیکچر (انسپیکٹر ٹریفک پولیس)

✽..... سال میں ایک بار تعلیمی تفریحی تربیتی وزٹ (تاریخی مقامات)

✽..... سالانہ انعامی تقریری مقابلہ (بین المدارس وکالجیو)

ابھی سے داخلہ لیں، والد یا سرپرست کا ساتھ آنا لازمی ہے۔ طلباء کو خوراک، رہائش، کتب بخاری پڑھنے والے طلباء کو ماہانہ وظیفہ کے ساتھ دیگر جملہ سہولیات میسر ہیں۔

الداعی الی الخیر: عبداللہ یوسف ناظم، دارالحدیث ساہیوال روڈ۔ اوکاڑہ

فون نمبر: 044-2521460 قاضی: 0302-4403173

فہرست کتب

۲۹۷ء ۳۲ صالِح بن عبدالعزیز آل شیخ، مترجم: سلیم اللہ زمان
ص ۳۲۵ خ خطاؤں کا آئینہ، ص: ۲۵۶، دارالابلاغ پبلشرز لاہور
دسمبر ۲۰۰۲ء

۲۹۷ء ۳۲ نواب سید صدیق حسن خان
ص ۵۳ م مسلمانوں کے شب و روز، ص: ۲۴، دارالکتب السلفیہ۔

س، ن

۲۹۷ء ۳۲ قاری صہیب احمد
ص ۹۳ م مؤمن کا تاج داڑھی، ص: ۹۶، طارق اکیڈمی فیصل آباد
جنوری ۲۰۰۳ء

۲۹۷ء ۳۲ شیخ مسعود فخر
ظ ۳۴ ر رسول اللہ ﷺ کی مسواک سے محبت، ص: ۸۶، ادارہ
مطبوعات صحت لاہور ۱۴۲۲ء

۲۹۷ء ۳۲ عبدالرحمن بن محمد بن قاسم العاصمی، مترجم: محمد عبدہ الفلاح
ع ۱۷۵ م مسئلہ داڑھی، ص: ۱۶، عبدالواحد امین پور بازار فیصل آباد
۲۹۷ء ۳۲ مفتی عبدالحکیم

ع ۶۹ ع علیکم بسنتی، ص: ۹۶، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔ س، ن
۲۹۷ء ۳۲ الحافظ عبدالرحمن مبارک پوری

ع ۳۴ م الحقائق الحسنی فی سنۃ المصافتہ بالید الیمنی، ص: ۷۹، جامعہ
ابراہیمیہ سیالکوٹ ۱۹۸۰ء

۲۹۷ء ۳۲ شیخ عمر فاروق
ع ۹۴ ح الحکمۃ احادیث مبارکہ کا دلنشین مجموعہ، جامعہ تدریس القرآن
وحدت کالونی لاہور

۲۹۷ء ۳۲ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
س ۹۶ ح حلال و حرام، ص: ۴۷۸، مکتبہ العلم اردو بازار لاہور۔

س، ن

۲۹۷ء ۳۲ عبدالرشید انصاری
ع ۳۶۵ س سونے کے زیورات پہننے کا حکم، ص: ۷۶، سرفراز کالونی
جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

۲۹۷ء ۳۲ عبدالرشید انصاری
ع ۳۶۵ م مسئلہ عقیقہ پر نایات تحقیق، سرفراز کالونی جی ٹی روڈ
گوجرانوالہ

۲۹۷ء ۳۲ عبدالرشید انصاری
ع ۳۶۵ ر الرسائل فی تحقیق المسائل، ۱۹۹۱ انصاری سرفراز کالونی جی
ٹی روڈ گوجرانوالہ

۲۹۷ء ۳۲ عبدالرشید انصاری
ع ۳۶۵ ن نجات المسلمین (حصہ اول)، ص: ۲۷۲، عبدالرشید
انصاری سرفراز کالونی گوجرانوالہ

۲۹۷ء ۳۲ عبدالرشید انصاری
ع ۳۶۵ ج جرابوں پر مسح جائز نہیں، ص: ۶۸، عبدالرشید انصاری
سرفراز کالونی گوجرانوالہ

۲۹۷ء ۳۲ محمد عاصم
ع ۱۷۵ ف فقہ السنہ، ص: ۴۹۴، منصورہ بک سنٹر لاہور ۱۹۸۵ء
۲۹۷ء ۳۲ حافظ عبدالعزیز محدث

ع ۴۱ س سوار الطریق، ص: ۲۲۰، مکتبہ سلفیہ لہریا سرائے درجہ نگہ
۱۹۹۰ء

۲۹۷ء ۳۲ مولوی عبدالکریم صاحب فیروز پوری
ع ۵۰۱ پ پیروی صحابیات، ص: ۱۷۶، عبدالکریم ڈگی محلہ بہاولنگر۔

س، ن

۲۹۷ء ۳۲ مولوی محمد عثمان صاحب فتح گھڑی
ع ۶۲ ح حکم النبی بکفر من لا یصلی، ص: ۱۸۳، مطبع ریاض ہند
پریس امرتسر۔ س، ن

۲۹۷ء ۳۲ پروفیسر عبداللہ شاہین
ع ۵۸ د دین آسان، ص: ۴۰، مدینہ العلم اکیڈمی جلالپور حافظ

۲۹۷ء۳۲ حافظ عمران ایوب لاہوری

طہارت کی کتاب، ص: ۲۷۷، فقہ الحدیث پہلی کیشنز

لاہور ۲۰۰۴ء

۲۹۷ء۳۲ محمد صفدر عثمانی

صدائق مسلک اہل حدیث، ص: ۳۲، اہل حدیث پہلی

کیشنز راوی روڈ لاہور

۲۹۷ء۳۲ مولانا ابو ذوق قدرت اللہ فوق

پاکستان میں نفاذ شریعت اہمیت ضرورت اور طریق کار،

ص: ۲۰۰، مکتبہ ناصرہ امین پور بازار فیصل آباد ۲۰۰۰ء

۲۹۷ء۳۲ مفتی فیض الرحمن فیض

قربانی، ص: ۸۸، ارشاد احمد مینا اینڈ کمپنی یو پی ہندس، ن

۲۹۷ء۳۲ قاری فیوض الرحمن قادری

ف ۹۸۶ ارکان اسلام، ص: ۱۱۲، شریف فاؤنڈیشن لاہور ۱۳۹۲ھ

۲۹۷ء۳۲ قاضی محمد سلیمان منصور پوری (مجموعہ ۱۶ کتب)

ق ۳۰۴ م (۱) رسالہ مسیح جو رب، ص: ۷۷، محبوب المطابع دہلی

(۲) سرور انبیاء ﷺ، قیصر محمود

(۳) تحقیق تراویح بحجاب تنویر المصباح، حافظ عبد اللہ امرتسری

(۴) مصارف زکاۃ، مولوی عبد الحکیم

(۵) قضاء و قدر، عبد الحمید الخطیب سفیر سعودی عرب

(۶) زمین داری کا شرعی نظام، سید امین الحق دیوبندی

(۷) واقعہ کربلا، ظفر عالم خطیب

(۸) دلائل احترام مسلم، عبد الرؤف رحمانی

(۹) سیرت مقدس، محمد داؤد راز

(۱۰) کسر صلیب، سید محمد اسحاق صاحب

(۱۱) کشف القباب عن وجہ المشاہد والقباب، احمد نقوی سہوانی

(۱۲) اثبات التبر فی جواب منکرین الحدیث والاثر، عبدالستار حسن

(۱۳) سحر عظیم اور عصائے موسیٰ، عنایت اللہ وزیر آبادی

(۱۴) صیانت القرآن عن الرسم واللسان، محمد شفیع صاحب

(۱۵) الاسماء الحسنیٰ منظوم، محمد ابراہیم صاحب گودہری

(۱۶) تحفہ تبت من اہل سنت، حافظ شیخ حمید اللہ صاحب سوداگر

۲۹۷ء۳۲ جمال الدین قاسمی

ق ۳۰۴ م مسیح علی الجورین، ص: ۵۶، صادق خلیل اسلامک

لاہور فیصل آباد ۱۴۲۳ھ

۲۹۷ء۳۲ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ، مترجم: احسن صدیقی

ق ۸۷ تہذیب الایمان، ص: ۶۲۷، مطبع صدیقی بریلی مین رونق

افسران

۲۹۷ء۳۲ محمد اقبال کیلانی

ک ۹۴ طہارت کے مسائل، ص: ۱۰۴، حدیث پہلی کیشنز لاہور ۱۹۹۵ء

۲۹۷ء۳۲ محمد اقبال کیلانی

ک ۹۴ طہارت کے مسائل، ص: ۹۴، حدیث پہلی کیشنز شیش محل

روڈ لاہور-س، ن

۲۹۷ء۳۲ محمد اقبال کیلانی

ک ۹۴ ش شفاعت کا بیان، ص: ۱۰۳، حدیث پہلی کیشنز لاہور۔

س، ن

۲۹۷ء۳۲ کفایت اللہ

ک ۵۰ تعلیم الاسلام، ص: ۱۰۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور-س، ن

۲۹۷ء۳۲ محمد بن صالح العثیمین

م ۲۸۳ اسلام میں بنیادی حقوق، ص: ۶۳، کلیہ البنات

للدراست الاسلامیہ ڈیرہ غازی خان-س، ن

۲۹۷ء۳۲ مولوی احمد یار صاحب

م ۲۸۱ ب انواع بارک اللہ، ص: ۴۲۴، مطبع وکٹوریہ لاہور-س، ن

۲۹۷ء۳۲ محمد بن سلیمان انجمی

م ۲۸ دین کے تین اہم اصول مع مختصر مسائل نماز، ص: ۶۳،

مکتبہ کتاب وسنت سیالکوٹ ۲۰۰۴ء

۲۹۷ء۳۲ حاجی غنی احمد صاحب

م ۵۸۵ ف فقہ محمدیہ وطریقہ احمدیہ، مطبع رزاقی کانپور-س، ن

۳۲ء۲۹ ابن المذرنیشا بوری، مترجم: ابوالقاسم عبدالعظیم
 م ۱۵ء۷ امت مسلمہ کے اجماعی مسائل، ص: ۱۷۸، ہما فوٹو سٹیٹ
 یو پی ۱۹۸۶ء
 ۳۲ء۲۹ مسعود احمد
 م ۲۱ء۷ اسلام کی مسخ شدہ شکلیں، ص: ۳۲، ادارہ مطبوعات
 اسلامیہ کراچی۔ س، ن
 ۳۲ء۲۹ ابو عبد الرحمن محمد سلطان المکی، مترجم: عبید اللہ ناصر
 م ۲۴ء۶ پیغام حرم، ص: ۹۵، الدار العلمیہ موری گیٹ دہلی
 ۱۹۸۵ء
 ۳۲ء۲۹ محمد منظور نعمانی
 ن ۶ء۷ اسلام کیا ہے؟ ص: ۱۹۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ س، ن
 ۳۲ء۲۹ شاہ ولی اللہ دہلوی
 و ۸۶ء۸ فقہ عمرؓ، ص: ۶۱، علم و عرفان پبلشرز لاہور ۱۹۹۸ء
 ❀.....❀.....❀.....❀

۳۲ء۲۹ حافظ محمد مرحوم
 م ۲۸۱ ز زینت الاسلام، ص: ۸۰
 ۳۲ء۲۹ حافظ محمد
 م ۲۸۱ م حامد الاسلام، ص: ۳۲، گلزار محمدی سٹیٹم پریس لاہور۔ س، ن
 ۳۲ء۲۹ مختار احمد ندوی
 م ۵۹ د داڑھی کے مسائل، ص: ۶۴، سلیمان اکیڈمی لاہور ۲۰۰۰ء
 ۳۲ء۲۹ مختار احمد ندوی
 م ۵۹ م تعلیم الاسلام، ص: ۳۲، الدار السلفیہ: بمبئی ۱۹۸۹ء
 ۳۲ء۲۹ مسعود احمد
 م ۶۲ م منہاج المسلمین، ص: ۸۲۸، جماعت المسلمین کراچی ۱۹۹۱ء
 ۱۹۸۳ء
 ۳۲ء۲۹ محمد منصور الزمان صدیقی
 م ۷۲ ل اسلامی آداب زندگی، ص: ۹۳۸، القاسم اکیڈمی خالق
 آباد سرحد ۲۰۰۲ء



جامعہ محمدیہ ملکہ کلاں سیالکوٹ میں 10 شوال سے داخلہ شروع ہوگا۔

خوشخبری: جامعہ میں پہلی مرتبہ صحیح بخاری پڑھائی جائے گی، داخلہ لیا جاسکتا ہے۔

نگران: حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ ناظم مدرسہ: حافظ رضوان ایوب صاحب سرپرست: عمران ندیم صاحب

شعبہ جات: (۱) حفظ القرآن (فی الحال داخلہ بند ہے) (۲) درس نظامی (چھ سالہ کورس)

خصوصیات: (۱) تہجد کے لیے طلباء کی بیداری کا اہتمام، (۲) نماز اشراق کا اہتمام (۳) لباس و حجامت مکمل شریعت کے مطابق (۴) علم و عمل اور اخلاقیات پر خصوصی توجہ (۵) تحقیق و تخریج پر خصوصی توجہ (۶) علم مناظرہ (رئیس مفتی مبشر احمد ربانی رحمہ اللہ)

مدرسین: (۱) قاری شفیق الرحمن صاحب، (۲) الشیخ ابویاسر صاحب

(۳) الشیخ حافظ عبدالوہاب صاحب (۴) الشیخ امیر حمزہ صاحب، (۵) حافظ اصغر صاحب

منجانب: جاویداقبال سیالکوٹی، مہتمم و مدرس جامعہ ہذا

بچوں کے روشن و تابناک مستقبل کا ضامن

تمام تر سہولتوں سے مزین لاہور کی منفرد اور مثالی درس گاہ

مرکز اُم الہدیٰ جامعۃ الدراسات الاسلامیہ

وفاق المدارس سلفیہ سے الحاق شدہ

بفضل اللہ تعالیٰ

ہر لحاظ سے بچوں کے تابناک روشن

مستقبل کا ضامن

دینی اور دُنیاوی
علوم کا بہترین
اور معیاری نظام

صحت مند پُر سکون کھلا ماحول

درس نظامی

داخلہ

10 شوال سے
جاری ہے

تَحْفِیْظُ الْقُرْآن

کمپیوٹر کورس

علومِ عصریہ

تجوید و قرأت

ذہین اور مستحق طلبہ کیلئے گراں قدر تعلیمی وظائف
اقامت طلبہ کیلئے تمام تر جدید سہولتوں سے آراستہ

دامت برکاتہم العالیہ

حضرت عبدالرشید مجاہد آبادی
مولانا

بقیۃ السلف شیعہ الحدیث و التفسیر

الداعی الی القرآن والسنة

کینال بینک، عزیز پلی، ہرنس پورہ، لاہور۔ فون: 042-6545305 موبائل: 0300-4639354

مؤرخ اہل حدیث، مصنف کتب کثیرہ، مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کو صدمہ

اہلیہ محترمہ کا سانحہ ارتحال

مؤرخ اہل حدیث، مصنف کتب کثیرہ، دارالدعوة السلفیہ لاہور کے نائب صدر، ہفت روزہ الاعتصام کی مجلس ادارت کے معزز رکن، حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ طویل عرصہ علیل رہ کر مورخہ ۴۔ اکتوبر ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ (۴ شوال ۱۴۲۹ھ) بوقت دو بجے دن وفات پا گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

﴿کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والا کرام﴾

کے تحت دنیا فانی ہے۔ بقاء و دوام فقط ذات کبریا کو ہے۔

پیرانہ سالی میں جس صدمے سے حضرت مولانا موصوف گزرے ہیں وہ یقیناً ان کے لیے بڑا صبر آزمائے لمحہ ہے۔ آں مرحومہ بھٹی صاحب کی زوجیت میں ۲۰۔ فروری ۱۹۵۰ء کو آئی تھیں۔ بقول مولانا موصوف وہ بڑی صابرہ و شاکرہ خاتون تھیں۔ اچھے بھلے وقتوں کی نزاکتوں میں ان کے دکھ سکھ کی ساجھی تھیں۔

مرحومہ کی نماز جنازہ محترم حافظ احمد شاہ صاحب نے ساندہ لاہور میں ادا کروائی۔ جنازے میں پروفیسر مولانا عبدالرحمن لدھیانوی، پروفیسر مزمل احسن شیخ، میاں محمد جمیل، حافظ عبدالرشید گوہڑوی، پروفیسر محمد یحییٰ گوہڑوی، ڈاکٹر عبدالغفور راشد، عبادشاہ کر، یحییٰ غزنوی، قاری محمد ادریس عاصم، غلام شاہ کر، ہنادشاہ کر، حافظ محمد فاروق، حافظ زکریا انصاری، محمد خالد ساندہ، محمد بشیر ساندہ، عمران حمید مرزا، ابوبکر و عمر فاروق قدوسی برادران، محمد اکبر بھٹی، سعید احمد بھٹی، محمد طارق بھٹی کے علاوہ اہل محلہ و عزیز واقارب نے شرکت فرمائی۔ بعد ازاں میت کو ان کے آبائی گاؤں چک نمبر ۳۶ گ ب ڈھسیاں ضلع فیصل آباد لے جایا گیا۔ میت کے ہمراہ حافظ احمد شاہ صاحب (مدیر مسئول الاعتصام) اور ان کے بیٹے غلام شاہ کر اور راقم (محمد سلیم چنیوٹی) مولانا بھٹی صاحب کی معیت میں مذکورہ گاؤں گئے۔ گاؤں میں بھی ایک بڑا جنازہ ہوا اور وہاں جامعہ سلفیہ کے اساتذہ کے علاوہ معززین علاقہ کی کثیر تعداد نے جنازے میں شرکت کی اور رات گئے مرحومہ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کو اس صدمے پر صبر جمیل عطا کرے، آمین یا رب العالمین۔

اس موقع پر دارالدعوة السلفیہ کی مجلس عاملہ کے اراکین خصوصاً شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی (سرپرست دارالدعوة السلفیہ)، مولانا ابوبکر صدیق السلفی رحمۃ اللہ علیہ (صدر دارالدعوة السلفیہ، پاکستان) جو علالت کے باعث شریک جنازہ نہ ہو سکے تھے (مولانا ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ عبدالحمید ازہر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عصمت اللہ ملک، ڈاکٹر سعید اقبال قریشی، عمران حمید مرزا، چوہدری نعیم صادق ایڈووکیٹ، میاں خالد شجاع و دیگر الاعتصام کے کارکنان مولانا بھٹی صاحب کی اہلیہ محترمہ کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرتے ہیں اور ان کے غم میں شریک ہیں۔ قارئین سے بھی مرحومہ کی مغفرت کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔

نوٹ: مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کے گھر کا فون نمبر 042-7143677 ہے۔ [محمد سلیم چنیوٹی]